تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار　　　　لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا ترجمان

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

بانی : اقتدار احمد مرحوم　　　　۲۴/ دسمبر ۱۹۹۷ء　　　　مدیر : حافظ عاکف سعید

فسق و فجور پر انعامات : خدا کی رحمت یا اس کے غضب کی علامت؟

جب کوئی شخص یا قوم ایک طرف تو حق سے منحرف، فسق و فجور اور ظلم و طغیان میں مبتلا ہو، اور دوسری طرف اس پر نعمتوں کی بارش ہو رہی ہو، تو عقل اور قرآن دونوں کی رو سے یہ اس بات کی کھلی علامت ہے کہ خدا نے اس کو شدید تر آزمائش میں ڈال دیا ہے اور اس پر خدا کی رحمت نہیں بلکہ اس کا غضب مسلط ہو گیا ہے۔ اسے غلطی پر چوٹ لگتی تو اس کے معنی یہ ہوتے کہ خدا ابھی اس پر مہربان ہے، اسے تنبیہ کر رہا ہے اور سنبھلنے کا موقع دے رہا ہے۔ لیکن غلطی پر "انعام" یہ معنی رکھتا ہے کہ اسے سخت سزا دینے کا فیصلہ کر لیا گیا ہے اور اس کی کشتی اس لئے تیر رہی ہے کہ خوب بھر کر ڈوبے۔ اس کے برعکس جہاں ایک طرف سچی خدا پرستی ہو، اخلاق کی پاکیزگی ہو، معاملات میں راست بازی ہو، خلق خدا کے ساتھ حسن سلوک اور رحمت و شفقت ہو، اور دوسری طرف مصائب اور شدائد اس پر موسلا دھار برس رہے ہوں اور چوٹوں پر چوٹیں اسے لگ رہی ہوں، تو یہ خدا کے غضب کی نہیں، اس کی رحمت ہی کی علامت ہے۔ سنار اس سونے کو تپا رہا ہے تاکہ خوب نکھر جائے اور دنیا پر اس کا کامل العیار ہونا ثابت ہو جائے۔ دنیا کے بازار میں اس کی قیمت نہ بھی اٹھے تو پروا نہیں۔ سنار خود اس کی قیمت دے گا، بلکہ اپنے فضل سے مزید عطا کرے گا۔ اس کے مصائب اگر غضب کا پہلو رکھتے ہوں تو خود اس کے لئے نہیں بلکہ اس کے دشمنوں ہی کے لئے رکھتے ہیں، یا پھر اس سوسائٹی کے لئے جس میں صالحین ستائے جائیں اور فساق نوازے جائیں۔

(تفہیم القرآن، جلد سوم، مولف : سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ)

شمارہ : ۴۳　　　　قیمت : ۲ روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

عاکف سعید

صدر کا انتخاب

انتظار اور سسپنس کے اچھے خاصے طویل اور اعصاب شکن دورانیہ کے بعد بالآخر بلی تھیلے سے باہر آ ہی گئی اور وزیراعظم میاں محمد نواز شریف جو خود صدر کے انتخاب کے معاملے میں اچھی خاصی کڑی آزمائش سے دوچار تھے کہ ان کے قریبی حلقے اور حلیف سیاسی پارٹیوں سے وابستہ افراد میں سے امیدواروں کی فوج ظفر موج امیدوں کے چراغ جلائے منتظر فردا تھی اور صورت حال ایسی تھی کہ ان میں سے کسی ایک کا انتخاب دیگر ساتھیوں کی ناراضگی کا باعث بن سکتا تھا' بالآخر اپنے حلقہ احباب میں سے ایک ایسے شخص پر اپنے ذہن کو یکسو کرنے میں کامیاب ہو گئے جس کا نام صدارت کے متوقع امیدواروں کی طویل فہرست میں سرے سے شامل ہی نہ تھا۔ گویا ایک درجہ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ع منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے! —— یہ غیر متوقع نام جسٹس (ریٹائرڈ) رفیق تارڑ کا ہے جنہیں میاں نواز شریف نے گہرے غور و خوض کے بعد منصب صدارت کے لئے نامزد کیا ہے۔ جسٹس صاحب مسلم لیگ اور اس کی اتحادی جماعتوں کے متفقہ اور مشترکہ امیدوار کی حیثیت سے سامنے آئے ہیں۔ گو منصب صدارت کے لئے کاغذات نامزدگی جمع کرانے والے امیدواروں کی مجموعی تعداد ۲۹ بتائی گئی ہے لیکن سب کو معلوم ہے کہ ۳۱/ دسمبر کو ہونے والا صدر کا باضابطہ انتخاب محض ایک رسمی کارروائی کی حیثیت رکھتا ہے' صدارت کا ہما بہرکیف جسٹس تارڑ کے سر پر ہی بیٹھے گا۔

جسٹس (ریٹائرڈ) رفیق تارڑ صاحب جو رکن سینٹ بھی ہیں' گکھڑ منڈی ضلع گوجرانوالہ کے گاؤں پیر کوٹ سے تعلق رکھتے ہیں۔ بطور جج ان کا دامن کردار ہر طرح کے داغ دھبوں سے پاک بتایا جاتا ہے۔ دھیمے لہجے میں بات کرنے والے رفیق تارڑ جرات مندانہ انداز اور بے باک فیصلے دینے میں خصوصی شہرت رکھتے ہیں۔ جسٹس سجاد علی شاہ کو آؤٹ آف ٹرن چیف جسٹس بنائے جانے پر احتجاج اور اسی بنا پر اپنی ریٹائرمنٹ کے موقع پر اپنے اعزاز میں فل کورٹ ریفرنس میں شرکت سے انکار ان کی اصول پسندی کے نمایاں مظاہر قرار دیئے جا سکتے ہیں۔ اس سب پر مستزاد ان کا دین پسندانہ رجحان ہے جس کا سب سے نمایاں مظہر ان کا سنت رسول سے مزین متشرع چہرہ ہے جس نے ان کی شخصیت کو مزید باوقار بنا دیا ہے۔ یوں پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار کسی داڑھی والے شخص کو صدر بننے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

گویا شخصی اعتبار سے یہ بات بلاخوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ منصب صدارت کے لئے اس سے بہتر انتخاب شاید ممکن نہیں تھا —— لیکن صوبہ پنجاب سے صدر کا انتخاب بہرطور محل نظر ہے۔ پاکستان کے مخصوص حالات میں جہاں صوبے آبادی اور حجم کے اعتبار سے نہایت غیر متوازن ہیں اور جہاں چھوٹے صوبوں کو ایک بڑے صوبے سے ہمیشہ شکایت رہی اور ان میں صحیح یا غلط طور پر احساس محرومی پروان چڑھتا رہا' اس نوع کا فیصلہ دوررس اور سنگین نتائج کا حامل ہو سکتا ہے۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ وزیراعظم پاکستان اور چیئرمین سینٹ کے علاوہ آرمی چیف کا تعلق بھی ملک کے بڑے صوبے پنجاب سے ہے جبکہ آرمی میں یوں تو چھوٹے صوبوں خصوصاً صوبہ سرحد کی نمائندگی بھی موجود ہے تاہم "حکم الاکثر حکم الکل" کے قاعدے کے مطابق وہ پنجاب ہی کی شمار ہوتی ہے' ان حالات میں صدر کا بھی صوبہ پنجاب سے انتخاب ہرگز دانشمندانہ فیصلہ قرار نہیں دیا جا سکتا —— یہی وجہ ہے کہ قومی اخبارات نے بھی اس حوالے سے وزیراعظم کے فیصلہ پر تنقید کی ہے اور اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ جسٹس تارڑ جیسی صفات رکھنے والا کوئی شخص کسی چھوٹے صوبے سے تلاش کیا جانا چاہئے تھا' اور اپوزیشن لیڈر بے نظیر بھٹو نے بھی اس انتخاب کی شدید مذمت کی ہے اور اپنے ایک حالیہ بیان میں نواز شریف کو پنجاب کا جی ایم سید اور پاکستانی سیاست کا گورباچوف قرار دیا ہے۔

ہمیں یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کا ایک بڑا سبب یہی "احساس محرومی" تھا جس نے بڑھ کر وہ سنگین اور خوفناک صورت اختیار کی کہ بھائی بھائی کا گلا کاٹنے اور عزتیں پامال کرنے پر تل گیا۔ آج سے ۲۶ برس قبل اسی دسمبر کے مہینے میں چشم فلک نے ایک مسلمان کے ہاتھوں دوسرے مسلمان بھائی کی عزت و آبرو' جان اور مال کی بربادی کے وہ خوفناک مناظر دیکھے تھے جن کا تصور بھی رونگٹے کھڑا کر دینے کے لئے کافی ہے —— مشرقی پاکستان کی بات تو شاید قارئین کو دور کی محسوس ہو' موجودہ پاکستان کے چھوٹے صوبوں بالخصوص صوبہ سندھ میں یہ احساس محرومی ایک کھولتے لاوے کے مانند آج بھی اس طرح موجود ہے جیسے بارہ پندرہ سال قبل عرصہ ضیاء الحق کے دور میں موجود تھا۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس وقت یہ لاوا ابل کر ایک آتش فشاں کی صورت میں ظاہر ہوا تھا اور آج کل یہ اندر ہی اندر کھول رہا ہے اور اپنے ظہور کے لئے مناسب اور سازگار ماحول کا منتظر ہے۔ گویا ع "آگ بجھی ہوئی نہ جان' آگ دبی ہوئی سمجھ" والا معاملہ ہے۔ اندیشہ یہ ہے کہ صوبہ پنجاب سے صدر کا انتخاب ان قوتوں کو تقویت دینے کا باعث بنے گا جو چھوٹے صوبوں بالخصوص سندھ اور بلوچستان میں علیحدگی پسند تحریکوں کی صورت میں درپردہ سرگرم عمل ہیں اور اس طرح پاکستان کی مزید تقسیم کی راہ ہموار ہوگی جو ملکی سالمیت کے اعتبار سے شدید خطرات کا باعث بن سکتی ہے۔ اعاذنا اللہ من ذالک۔ OO

پارلیمنٹ کی بالادستی کے نام پر عملاً وزیراعظم کی ذاتی بالادستی کی جنگ لڑی گئی

پاکستان اپنے قیام کے پچاس سال بعد ایک بار پھر "خطرناک دور" سے گزر رہا ہے

نواز شریف' بھٹو اور ضیاء الحق کی طرح آمر مطلق بننے کی بجائے ان کے عبرتناک انجام سے سبق سیکھیں

نئے صدر کا انتخاب صوبہ سندھ سے کیا جائے ورنہ ملک کے شمالی اور جنوبی حصوں میں تقسیم کی راہ ہموار ہو گی

پارلیمانی نظام ناکام ہو چکا ہے' لہٰذا ملک میں حقیقی صدارتی نظام کا نافذ کیا جائے

بیرون ملک سفر سے واپسی پر امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت ڈاکٹر اسرار احمد کے ۱۲ دسمبر کے خطبہ جمعہ کا خلاصہ

امیر تنظیم اسلامی نے تلاوت آیات اور ادعیہ ماثورہ کے بعد فرمایا :

ملک میں دستوری اور عدالتی سطح پر قیامت خیز حالات گزر چکے ہیں۔ اس کے لئے شکر صد شکر کے الفاظ تو شاید مناسب نہ ہوں تاہم شکر در شکر کا معاملہ ضرور ہے کہ ملک میں جاری بحران ظاہری طور پر ختم ہو گیا ہے اور فوری خطرہ ٹل گیا ہے۔ بہرکیف یہ امر واقعہ ہے کہ بحران حقیقی طور پر ختم نہیں ہوا۔ جیسا کہ آپ حضرات کے علم میں ہے کہ میں ۶ نومبر سے بیرون ملک دورہ پر تھا اور میری واپسی ۸ دسمبر کو ہوئی' اس عرصے میں پورا ملک اعصاب شکن صورتحال سے دوچار رہا ہے۔ عدالت عظمیٰ بھی ہر دم بدلتے حالات کی وجہ سے ع "کہ صبح و شام بدلتی ہیں ان کی تقدیریں" کی صورتحال سے دوچار تھی۔ دوران سفر بھی ملک کے بحران کے حوالے سے مجھے سخت تشویش لاحق رہی ہے۔ چنانچہ بحران کے خاتمے کے حوالے سے اسی لئے میں نے شکر در شکر کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ وقتی طور پر اس بحران کے ٹل جانے کے حوالے سے سورۃ الانبیاء کی وہ آیت میرے ذہن میں آ رہی ہے جس میں آنحضورؐ سے کہلوایا گیا ہے کہ آپؐ فرما دیجئے کہ

"میں نہیں جانتا شاید اس میں تمہارے لئے آزمائش ہے اور مہلت ہے ایک قلیل مدت کے لئے"۔

قومی سطح پر ہماری بداعمالیوں اور نااہلی کے نتیجے میں دنیا کی سب سے بڑی مسلم ریاست آج سے ۲۵ سال قبل دولخت ہو گئی تھی اور تاریخ کی شرمناک اور بدترین شکست ہمارا مقدر بن گئی لیکن بحیثیت مجموعی ہم نے اس سانحے سے کوئی سبق حاصل نہ کیا اور جس روش کی پاداش میں ہمیں یہ سزا ملی تھی اسے جاری رکھا' نتیجتاً ملک اپنے قیام کے پچاس سال بعد ایک بار پھر "ڈینجر زون" سے گزر رہا ہے اور ہو سکتا ہے کہ قومی سطح پر اصلاح احوال کا شاید یہ آخری موقع ہو۔ اس وقت ملک و قوم کی قسمت "شریف برادران" کے ہاتھ میں ہے جو نفاذ اسلام کی طرف پیش رفت کرنے کی بجائے اس سے اغماض اور اعراض کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں' ان کا یہ طرز عمل عملاً اللہ تعالیٰ سے بغاوت کے مترادف ہے۔ دوسری جانب ملک پر استحصالی نظام کی گرفت مضبوط سے مضبوط تر ہو رہی ہے۔ اسلام کے عادلانہ نظام کے نفاذ کے ذریعے مخلوق خدا کی خدمت کی بجائے ہمارے ارباب اقتدار عوام کے حقوق غصب کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اگرچہ حکومت کی جانب سے پارلیمنٹ کی بالادستی کا راگ الاپا گیا ہے' مگر حقیقت میں پارلیمنٹ کی بالادستی کے نام پر آئین میں ۱۳ویں ترمیم کے ذریعے صدر مملکت کو بے دست و پا کر دیا گیا جبکہ ۱۴ویں ترمیم کے نتیجے میں پارلیمنٹ بے وقعت ہو کر رہ گئی۔ یوں پارلیمنٹ کی بالادستی کے نام پر عملاً وزیراعظم میاں محمد نواز شریف کی ذاتی بالادستی کی جنگ لڑی گئی۔ حالیہ سیاسی بحران میں جھگڑے کا اصل فریق حکومت تھی' پارلیمنٹ کی بالادستی کا کوئی مسئلہ نہ تھا' کیونکہ چودھویں ترمیم کے بعد ارکان پارلیمنٹ عملاً وزیراعظم کے تابع مہمل بن کر رہ گئے ہیں۔ حالیہ سیاسی بحران میں حکومت نے اپنی جھوٹی انا کی تسکین کے لئے بچگانہ اور غیر سنجیدہ حرکات کا ارتکاب کیا تھا۔

ابتدا میں عدلیہ کا کردار اگرچہ بہت شاندار تھا مگر سپریم کورٹ کے ججوں کی باہم تقسیم اور بعض فیصلوں کی وجہ سے سپریم کورٹ کا کردار متنازعہ بن گیا جس سے عدلیہ کے وقار کو شدید دھچکا لگا۔ ججوں کی تقسیم کی وجہ سے سپریم کورٹ' اب بھی مضحکہ خیز صورتحال سے دوچار ہے۔ دوسری طرف سپریم کورٹ کی طرح اگر حکومت کے حامی ایوان صدر پر بھی حملہ آور ہو جاتے اور فوج صدر اور عدلیہ کا ساتھ دیتی تو ملک خوفناک خانہ جنگی کا شکار ہو جاتا اور فوج کی اعلیٰ قیادت میں تقسیم کا امکان بھی تھا۔ کچھ "واقفان راز" کا کہنا ہے کہ فوج کی اعلیٰ قیادت میں بھی تقسیم ہو چکی ہے۔ ان حالات میں صدر مملکت جناب فاروق احمد خان لغاری کا استعفا خوش آئند اور صحت مند روایت ہے۔ ان کا طرز عمل ایوب خان کے کردار سے مشابہ ہے' ایوب خان کی طرح فاروق لغاری میں بھی تحمل اور شرافت کا عنصر موجود تھا اگرچہ کچھ لوگ اسے بزدلی سے بھی تعبیر کرنا چاہیں تو انہیں یہ بات بھی کہنے کا حق حاصل ہے اس لئے کہ ع "مردی و نامردی قدم فاصلہ دارد" کے مصداق دونوں آراء قائم کی جا سکتی ہیں۔ فوج کے حالیہ کردار کے حوالے سے بھی تین امکان سامنے آتے ہیں۔ ملک کے بحران کے حوالے سے اگر فوجی قیادت نے اپنے حالیہ کردار کا از خود تعین کیا ہے تو بہت اچھی بات ہے لیکن اگر داخلی دباؤ کے تحت ایسا کیا ہے تو یہ بری بات ہے اور اگر خارجی اشارے سے ایسا کردار اپنایا ہے تو یہ بھی کوئی اچھا اور صحت مند رویہ نہیں ہے۔

"شریف برادران" میں آمریت کے بدترین جراثیم موجود ہیں اور بدقسمتی سے انہیں عوام پر اپنی آمریت مسلط کرنے کے لئے غیر معمولی مواقع بھی حاصل ہیں۔ اپوزیشن نہ ہونے کے برابر ہے' لہٰذا اس جانب سے بھی

مزاحمت کا امکان موجود نہیں ہے۔ چنانچہ میاں محمد نواز شریف سابق وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو اور ضیاء الحق کی طرح آمر مطلق بننے کی بجائے ان کے عبرتناک انجام سے سبق سیکھیں۔ بھٹو پاکستان کا پہلا عوامی ڈکٹیٹر تھا جسے پورے ملک سے نواز شریف کے مقابلے میں زیادہ بھرپور عوامی تائید حاصل تھی' اس کا عوامی بیس نواز شریف سے زیادہ مضبوط تھا' خارجہ پالیسی میں اس کی کامیابی اپنی مثال آپ تھی مگر اس کی یہ خوش قسمتی بھی بدنصیبی اور بدبختی کا نشان بن گئی۔ بھٹو ملک سے جاگیرداری کی لعنت کا خاتمہ کر کے پاکستان کا ماؤزے تنگ بن سکتا تھا مگر وہ اپنی جاگیردارانہ کھال سے باہر نہ نکل سکا۔ اسی طرح ضیاء الحق مرحوم نظام مصطفیٰ تحریک کے پیدا کردہ جوش و خروش کو استعمال کر کے ملک میں اسلامی نظام نافذ کر کے ملک کے عمر بن عبدالعزیزؒ بن سکتے تھے' مگر وہ ناکام ثابت ہوئے۔ بھٹو ملک کا پہلا عوامی ڈکٹیٹر تھا جبکہ دوسرا "نیم اسلامی ڈکٹیٹر" ضیاء الحق تھا' نواز شریف کو ان دونوں ڈکٹیٹروں کے انجام سے سبق سیکھنا ہوگا۔ انہیں اس حقیقت کو پیش نظر رکھنا چاہئے کہ

سکوت لالہ و گل پر نہ جانا
کہ اس میں شعلہ آواز بھی ہے

یعنی اس وقت عوام اگرچہ خاموش ہیں مگر یہ خاموشی بھی ایک حد تک ہی ہوگی۔ اس لئے کہ اسلام کو پاکستان کا اگر باپ قرار دیا جائے تو جمہوریت کو ملک کی ماں کی حیثیت حاصل ہے لہٰذا اس ملک میں آمریت نہیں چل سکتی۔ آمریت مسلط کرنے کے خواب دیکھنے والوں کو آمروں کے انجام سے عبرت حاصل کرنی چاہئے۔

قرارداد مقاصد دستور کا حصہ بن جانے کے باوجود آئین میں غیر اسلامی دفعات کی وجہ سے دستور پاکستان منافقت کی پوٹ بن چکا ہے' اس منافقت اور تضاد کی وجہ سے ملک کے دستور کو نہ تو اسلامی قرار دیا جا سکتا ہے نہ اسے مکمل طور پر سیکولر آئین کہا سکتا ہے چنانچہ دستوری سطح پر اس منافقت کے خاتمے اور اصلاح احوال کا واحد راستہ یہ ہے کہ قرارداد مقاصد سے متصادم غیر اسلامی دفعات کو تبدیل کر کے دستور پاکستان کو مکمل طور پر اسلامی قالب میں ڈھالا جائے تاکہ ملک کا قبلہ درست کر کے نفاذ اسلام کی راہ ہموار ہو سکے۔

اسی طرح پارلیمانی نظام میں صدر اور وزیراعظم کے اختیارات میں توازن پیدا کرنا چونکہ ممکن نہیں ہے لہٰذا انگریزوں کی اس وراثت کو ختم کر کے ملک میں پارلیمانی کی بجائے صدارتی نظام رائج کیا جائے اور صدر کا انتخاب عوام کے براہ راست ووٹوں سے کیا جائے۔

ملکی مفاد کا تقاضا ہے کہ نئے صدر کا انتخاب لازماً صوبہ سندھ سے کیا جائے۔ ان حالات میں حکیم محمد سعید صدر کے منصب کے لئے نہایت موزوں شخصیت ہیں۔ اگر نئے صدر کا انتخاب سندھ سے نہ کیا گیا تو پھر پاکستان کے شمالی اور جنوبی حصوں میں تقسیم کی راہ ہموار ہو جانے کا خدشہ ہے۔ سندھ کا مسئلہ ع "آگ بجھی ہوئی نہ جان' آگ دبی ہوئی سمجھ" والا معاملہ ہے۔ موجودہ صوبوں کو تقسیم کر کے کم از کم بارہ سے پندرہ صوبے اس طرح تشکیل دیئے جائیں کہ ہر صوبہ ایک کروڑ آبادی پر مشتمل ہو۔ اس سے صوبائی عصبیت کی موجودہ لعنت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ نیز صوبوں کے عوام کو زیادہ سے زیادہ خود مختاری دی جائے اور انہیں اپنی پسند کا نام اختیار کرنے کی بھی آزادی حاصل ہو۔ پنجاب اور بلوچستان نام کے صوبوں کی موجودگی میں سرائیکی اور پختون خواہ کا نام رکھنے میں بھی کوئی قباحت نہیں ہے۔ اس طرح کا معاملہ "آزاد قبائل" کا بھی ہے۔ قبائل کے لوگ اگر آزاد ہیں تو کیا باقی ملک کے لوگ غلام ہیں؟ انگریز پرستی کے نمایاں مظاہر میں پارلیمانی نظام' موجودہ صوبے اور کرکٹ شامل ہیں۔

تاریخ نے ذوالفقار علی بھٹو کو موقع دیا تھا کہ وہ جاگیرداری نظام کا خاتمہ کر کے ملک کا ماؤزے تنگ بن سکتا تھا مگر اس نے یہ موقع ضائع کر دیا۔ اس طرح جنرل ضیاء الحق مرحوم نفاذ اسلام کی تکمیل کر کے پاکستان کے عمر بن عبدالعزیزؒ بن سکتے تھے مگر انہوں نے نظام مصطفیٰ تحریک سے پیدا شدہ تمام جذبے کو ضائع کر دیا اور بیرونی طاقتوں نے اسے بھی بھٹو کی طرح عبرتناک انجام سے دوچار کر دیا۔ چنانچہ میاں محمد نواز شریف کو میرا خصوصی مشورہ یہ ہے کہ شریعت کی بالادستی کے حوالے سے دستور میں موجود چور دروازوں کو بند کر دیا جائے اور غیر اسلامی دفعات کو نکال کر شریعت کو سپریم لاء قرار دینے کے لئے بلاتاخیر آئین میں ترامیم منظور کرائیں اور ساتھ ہی رکے ہوئے احتسابی عمل کو از سر نو جاری کرنے کے لئے خود اپنے خلاف پلاٹ کیس میں درج مقدمات کے حوالے سے خود کو احتساب کے لئے پیش کرتے ہوئے درج شدہ مقدمات کا سامنا کریں اور ملک و ملت کے مفاد میں اگر اپنی جیب سے ان پلاٹوں کی قیمت ادا کرنی پڑے تو دریغ نہ کریں اس طرح وہ پاکستان کے عمر بن عبدالعزیز بننے کی سعادت

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

KHALID TRADERS

AUTHORIZED AGENTS NTN BEARINGS

IMPORTERS – INDENTORS – STOCKISTS & SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS, FROM SUPER – SMALL TO SUPER – LARGE

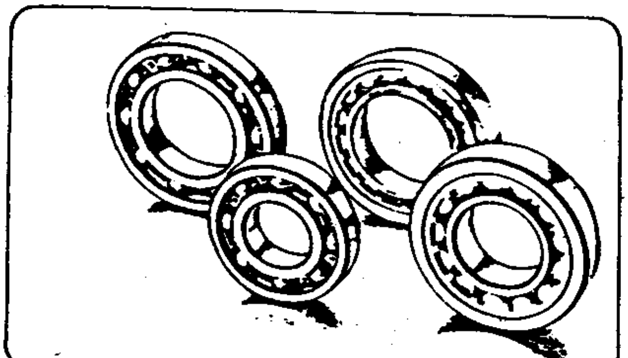

PLEASE CONTACT

TEL : 7732952-7735883-7730593
G.P.O. BOX NO. 1178, OPP KMC WORKSHOP
NISHTER ROAD, KARACHI-74200 (PAKISTAN)
TELEX : 24824 TARIQ PK CABLE : DIMAND BALL FAX : 7734776

FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : Sind Bearing Agency 64 A-65, Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400 (Pakistan) Tel : 7723358-7721172

LAHORE : (Opening Shortly) — Amin Arcade 42, Brandreth Road, Lahore-54000 Ph : 54169

GUJRANWALA : — 1-Haider Shopping Centre, Circular Road, Gujranwala Tel : 41790-210607

WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING

خلیفہ ثانی

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت

تحریر و تحقیق : فرقان دانش خان

خلیفہ دوم حضرت عمرؓ ہجرت نبویؐ سے چالیس برس قبل مکہ میں پیدا ہوئے۔ آپؓ قبیلہ قریش کی مشہور شاخ بنو عدی سے تعلق رکھتے تھے۔ آپؓ کا نام عمر' کنیت ابو حفص اور لقب فاروق تھا' والد کا نام خطاب تھا۔ حضرت عمرؓ کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملتا ہے۔ خلیفہ اول حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ ان کے خلیفہ یعنی جانشین بنے' ابتدا میں خلیفہ خلیفتہ رسول اللہ کا لقب استعمال کیا۔ لیکن ایک بار پھر کسی نے آپؓ کو "امیرالمومنین" کہہ کر پکارا تو سابقہ لقب کو طوالت کے باعث ترک کر کے اسے پسند فرمایا۔ بیعت خلافت کے بعد حضرت عمرؓ نے جو پہلا خطبہ دیا وہ حسب ذیل ہے :

"اے لوگو میں بھی تمہاری طرح عام انسان ہوں۔ اگر مجھے حضرت ابو بکرؓ کی نافرمانی کا خیال نہ ہوتا تو میں کبھی امیر اور حاکم بننا پسند نہ کرتا"۔

پھر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر دعا کی :

"اے اللہ میں سخت ہوں مجھے نرم کر دے۔ اے اللہ میں کمزور ہوں مجھے قوت و دانائی عطا کر۔ اے اللہ میں بخیل ہوں مجھے سخی بنا دے"۔

پھر لوگوں سے دوبارہ مخاطب ہوئے :

"اے لوگو! اللہ نے مجھے تمہارے لئے اور تمہیں میرے لئے آزمائش بنایا ہے۔ تم میں جو نیک کام کرے گا میں بھی اس سے بھلائی کروں گا اور جو کوئی برائی کا مرتکب ہو گا' میں اسے عبرتناک سزا دوں گا۔ اگرچہ میری سختی بہت حد تک کم ہو گئی ہے لیکن مسلمانوں پر کسی ظالم و جابر کے ظلم و ستم کو برداشت نہیں کروں گا اور ظالموں کو حرف غلط کی طرح مٹا کر رکھ دوں گا۔ البتہ امن و سلامتی' دیانت داری اور میانہ روی اختیار کرنے والوں کیلئے میں بہت ہی نرم ہوں"۔

(طبقات ابن سعد)

عہد فاروقی کے چند سبق آموز واقعات

حضرت عمر فاروقؓ نے امور خلافت کو جس دانائی و مستعدی سے سرانجام دیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ آپؓ کے دور میں یکے بعد دیگرے فتوحات کے باعث سلطنت اسلامیہ نے کافی وسعت اختیار کر لی تھی۔ آپؓ نے اس وسیع و عریض سلطنت میں عدل و انصاف اور روادارانہ اصولوں کے ذریعے امن و امان قائم کر کے ایک ایسی مثالی اسلامی ریاست کا نمونہ پیش کیا ہے کہ جس کی تعریف میں غیر مسلم مورخین بھی رطب اللسان ہیں۔ آپؓ کے دور میں رعایا کی خبر گیری کا اتنا اہتمام تھا کہ ان کے چھوٹے چھوٹے معاملات کی جانب سے بھی غفلت نہ ہونے پاتی تھی۔ کبھی کوئی دربان نہیں رکھا کہ عام لوگوں کو آپؓ تک پہنچنے میں دقت نہ ہو۔ ہر نماز کے بعد مسجد کے صحن میں بیٹھ جاتے اور لوگوں سے ان کے مسائل سنتے۔ پھر اسی پر بس نہیں رات کو مدینہ اور اس کے اطراف میں خود گھوم پھر کر

خلافت راشدہ

لوگوں کے حالات کا پتہ چلاتے تھے۔ اگر کوئی پریشانی میں ہوتا تو فوراً مدد کرتے۔ نیچے اسی قسم کے چند واقعات تحریر کئے جا رہے ہیں جو عوام کی فلاح و بہبود کے بارے میں اسلامی حکومت کی ذمہ داری اور سرکاری خزانے (یعنی عوام کے مال) میں تصرف سے متعلق حکمرانوں کے اختیارات پر روشنی ڈالتے ہیں :

- ایک مرتبہ آپؓ گشت کرتے کرتے مدینہ سے تین میل باہر تک چلے گئے۔ ایک جگہ دیکھا کہ ایک عورت نے ہنڈیا آگ پر چڑھا رکھی ہے اور کچھ پکا رہی ہے۔ قریب ہی اس کے بچے رو رہے ہیں۔ آپؓ نے اس عورت سے بچوں کے رونے کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ بچے بھوک سے رو رہے ہیں اور اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں کہ انہیں کھانے کے لئے دے۔ چنانچہ ان کو بہلانے کے لئے خالی ہانڈی چڑھا رکھی ہے۔ یہ سن کر آپؓ نے اسے کہا کہ میں کچھ بندوبست کرتا ہوں' تم میرا انتظار کرو۔ پھر اسی وقت مدینہ واپس آئے اور بیت المال سے آٹا' چربی (گھی)' گوشت اور کھجوریں لے کر ایک تھیلے میں ڈالیں اور اپنے غلام "اسلم" سے کہا کہ اس کو میری پیٹھ پر لاد دو۔ غلام نے کہا : آپؓ کیوں تکلیف کرتے ہیں' میں لئے چلتا ہوں۔ فرمایا : قیامت کے دن تم میرا بار نہیں اٹھاؤ گے۔ غرض خود سارا سامان لے گئے اور جب تک عورت نے پکا کر بچوں کو کھلا نہ دیا' وہیں بیٹھے رہے۔
- ایک مرتبہ ایک قافلہ مدینے کے باہر آ کر ٹھہرا۔ آپؓ اس کی خبرگیری کے لئے تشریف لے گئے۔ ایک بچے کے رونے کی آواز سنی تو اس کی ماں کو تاکید کی کہ بچے کو بہلائے۔ اس نے کہا کہ عمرؓ نے حکم دیا ہے کہ جب تک بچے دودھ نہ چھوڑیں' اس وقت تک بیت المال سے ان کا وظیفہ مقرر نہ ہو گا۔ میں اس کا دودھ چھڑا رہی ہوں' اس لئے رو رہا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے خود سے فرمایا "ہائے عمر تیری وجہ سے کتنے بچوں کو ماں کا دودھ چھوڑنا پڑا ہو گا"۔ اس کے فوراً بعد آپؓ نے ضابطہ بدل دیا اور منادی کرا دی کہ آئندہ بچوں کا پیدائش کے وقت سے ہی وظیفہ مقرر ہو گا۔ (ملاحظہ ہو کہ اسلامی حکومت میں بچوں کی کفالت بھی ریاست کی ذمہ داری ہے)۔
- ۱۸ ہجری کو عرب میں قحط پڑا تو آپؓ نے خود پر آرام و طعام کو کم کر دیا۔ آپؓ کے غلام کا کہنا ہے کہ قحط کے زمانہ میں آپ کو جتنی فکر و پریشانی تھی' اس سے یہ خطرہ لاحق ہو گیا تھا کہ اگر قحط رفع نہ ہوا تو کہیں آپؓ اس غم میں ہلاک نہ ہو جائیں۔
- ایک مرتبہ بیت المال کا ایک اونٹ نکل بھاگا۔ تو آپ رضی اللہ عنہ بنفس نفیس اس کی تلاش میں ادھر ادھر دوڑنے لگے۔ کسی نے عرض کیا کہ امیرالمومنین آپؓ کیوں تکلیف اٹھاتے ہیں' کسی غلام کو حکم دیجئے وہ ڈھونڈ لائے گا۔ فرمایا "مجھ سے بڑھ کر کون غلام ہو سکتا ہے"۔
- حضرت عمرؓ ایک بار بیمار پڑے تو لوگوں نے کہا کہ شہد اس تکلیف کا علاج ہے۔ بیت المال میں شہد موجود تھا۔ چنانچہ آپؓ نے مسجد نبوی میں جا کر مسلمانوں سے کہا "اگر تم لوگ اجازت دو تو میں بیت المال سے تھوڑا شہد لے کر استعمال کر لوں" اجازت ملنے پر آپ نے شہد استعمال فرمایا۔
- شام کی فتح کے بعد قیصر روم سے دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے تھے۔ ایک دفعہ آپؓ کی اہلیہ ام کلثومؓ نے قیصر کی ملکہ کیلئے چند عطر کی شیشیاں تحفے میں بھیجیں۔ اس نے جواب میں کچھ جواہرات بھیجے۔ حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو تمام جواہرات لے کر بیت المال میں جمع کرا

دیئے اور بیوی کو عطر کی قیمت ادا کر کے فرمایا "اگرچہ عطر تمہارا تھا' لیکن جو قاصد لے کر گیا تھا وہ سرکاری تھا اور اس کے اخراجات حکومت برداشت کرتی ہے۔ اس لئے اب ان تحائف پر تمہارا حق نہیں رہا"۔

- کسی بازار میں بکنے والے ایک فربہ اونٹ کے بارے میں پتہ چلا کہ آپؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ ؓ کا ہے۔ ان سے پوچھا یہ اونٹ کہاں سے آیا' انہوں نے کہا میں نے خریدا تھا اور اس کو سرکاری چراگاہ میں رکھ چھوڑا تھا' اب بیچ رہا ہوں۔ آپؓ نے اس کا سودا ہو جانے کے بعد حضرت عبداللہ کو ان کی اصل قیمتؓ دے کر زائد رقم بیت المال میں داخل کر دی کیونکہ یہ سرکاری چراگاہ میں فربہ ہوا تھا۔
- ایک مرتبہ کچھ رقم کی ضرورت پڑی تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے قرض مانگا۔ انہوں نے کہا "آپ امیر المومنین ہیں۔ بیت المال سے بھی قرض لے سکتے تھے"۔ آپؓ نے فرمایا "میں بیت المال سے نہیں لوں گا کیونکہ اگر میں ادا کرنے سے پہلے مر گیا تو تم لوگ میرے ورثہ سے مطالبہ نہ کرو گے اور یہ بار میرے سر جائے گا"۔
- ایک دن منبر پر تشریف فرما ہوئے اور صرف یہ فرمایا "حضرات! میں ایک زمانے میں اس قدر مفلس تھا کہ لوگوں کو اجرت پر پانی بھر کر دیتا تھا اور وہ اس کے بدلے میں مجھے کچھ کھجوریں دے دیتے تھے' جنہیں کھا کر میں گزر کیا کرتا تھا"۔ یہ کہہ کر منبر سے اتر آئے اور فرمایا کہ میرے نفس میں ذرا بڑائی آ گئی تھی اس کے علاج کے لئے یہ الفاظ کہے ہیں۔
- حضرت عمرؓ کا اصل ذریعہ معاش تجارت تھا۔ خلافت کی ذمہ داری سنبھالنے کے بعد بقدر ضرورت وظیفہ مقرر ہوا۔ وہ بھی اس شرط پر کہ جب مالی حالت درست ہو جائے گی تو نہ لیں گے۔ فرماتے تھے کہ مسلمانوں کے مال میں میرا اتنا ہی حق ہے جتنا ایک یتیم کے مال میں اس کے رکھوالے کا ہوتا ہے۔
- آپؓ کے لباس میں صرف چند جوڑے کپڑے شامل تھے جو موٹے کپڑے سے بنے ہوئے تھے۔ ان میں بھی کئی پیوند لگے ہوتے اور آپؓ ان ہی کپڑوں کو برسرعام استعمال فرماتے۔ حسنؓ کا بیان ہے کہ ایک بار میں نے دیکھا کہ آپؓ کے تہبند میں بارہ پیوند لگے ہوئے تھے۔ کھانے کی سادگی کا یہ حال تھا کہ آپؓ کا کھانا دوسرے لوگ آسانی سے نہ کھا سکتے تھے۔ عموماً غذا میں صرف روٹی اور روغن زیتون ہوتا تھا۔ تاہم کبھی گوشت اور اچھی اشیاء میں بھی تناول فرما لیتے تھے۔ ایک مرتبہ عتبہ بن فرقد آپؓ کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے تو ابلا ہوا گوشت اور سوکھی روٹی ان سے نہ کھائی گئی۔ عتبہ نے عرض کیا "امیر المومنین اگر آپؓ کھانے اور لباس میں کچھ زیادہ خرچ کر لیا کریں تو مسلمانوں کے مال میں کچھ کمی واقع نہ ہو گی۔ فرمایا: افسوس تم مجھے دنیا کے عیش و عشرت کی ترغیب دیتے ہو۔
- معاملات ملکی میں لوگ اختلاف کرتے تھے۔ معمولی معمولی بات پر ٹوکتے تھے۔ لیکن آپؓ کی ابرو پر شکن تک نہ پڑتی۔ چادر والا واقعہ تو مشہور ہے کہ آپؓ مسجد میں خطبہ دے رہے تھے کہ کسی نے درمیان میں روک کر پوچھا کہ "عمرؓ غنیمت کے مال میں سے تو سب کے حصے میں ایک ایک چادر آئی تھی۔ آپؓ نے جو لباس پہن رکھا ہے وہ دو چادروں پر مشتمل ہے۔ آپؓ نے اپنے لئے عام مسلمانوں سے زیادہ حق کیوں رکھا۔ اس پر آپؓ خاموشی سے نیچے اتر آئے اور اپنے صاحبزادے کو جواب دینے کا اشارہ کیا۔ جنہوں نے بتایا کہ "چونکہ حضرت عمرؓ کا قد بڑا ہے اور آپؓ کا ایک چادر میں لباس تیار نہ ہو سکتا تھا اس لئے میں نے اپنے حصے کی چادر آپؓ کو دی ہے"۔

گویا اسلامی نظام حکومت میں کوئی بھی احتساب سے بالاتر نہیں ہوتا۔

اسی طرح کسی کے لئے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بننا بھی ممکن نہیں لیکن ان واقعات سے طرز حکومت کے ضمن میں اخراجات میں میانہ روی' شیر خوار بچوں کے لئے وظائف کا انتظام اور حکمرانوں کا معمولات زندگی میں سادگی کا اہتمام وغیرہ جیسے اصول ضرور اخذ کئے جا سکتے ہیں۔

مرے قلم تو مری قوم کی امانت ہے

سید شبیر بخاری

مرے شکستہ قلم میرے دلفگار قلم   مری شبوں کے تپِ غم کے راز دار قلم
مری قلمروِ حکمت کے تاج دار قلم   مصافِ صدق و صیانت کے شہسوار قلم
تو علم و عزم و یقیں کی حسیں علامت ہے
مرے قلم تو مری قوم کی امانت ہے

○

جہانِ نو میں پھر اعجازِ "یسطرون" بکھیر   ہوائے دشت میں اندیشۂ جنون بکھیر
روش روش میں علامات کاف و نون بکھیر   چمن چمن میں مری کاوشوں کا خون بکھیر
تو علم و عزم و یقیں کی حسیں علامت ہے
مرے قلم تو مری قوم کی امانت ہے

○

اے محرمِ دلِ شبیرؔ سوز و ساز میں جی   فلاحِ قوم میں صہبائے زندگانی پی
خود اپنا چاک جگر سوزنِ وقار سے سی   "بخود گزیدہ و محکم چوں کوہساراں زی"
تو علم و عزم و یقیں کی حسیں علامت ہے
مرے قلم تو مری قوم کی امانت ہے

(ایک طویل نظم کے تین بند)

قرآن مجید اور ہمارا طرز عمل

نزول قرآن کے مہینے "رمضان المبارک" کی آمد پر قرآن حکیم کے ساتھ اپنے فکری و عملی تعلق کو استوار کرنے کے ضمن میں ایک فکر انگیز تحریر

تحریر : نجیب صدیقی، کراچی

○ قرآن کہتا ہے : ﴿(لوگوں کو کیا ہو گیا ہے) کہ وہ قرآن مجید میں تدبر (غور و فکر) نہیں کرتے؟ کیا ان کے دلوں پر تالے پڑ گئے ہیں؟﴾۔ (محمدؐ : ۲۴)

★ ہمارا طرز عمل یہ ہے کہ : ہم نے اسے حصول برکت کی کتاب سمجھ رکھا ہے۔ ایک عظیم اکثریت اس کو سمجھ کر پڑھنا نہیں چاہتی اور یہی بات انہیں بتائی گئی ہے کہ محض تلاوت تمہارے لئے کافی ہے۔ کیا یہ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں ہے؟

○ قرآن کہتا ہے : ﴿اور جو کوئی حکم نہ کرے اس کے موافق جو اللہ نے اتاری ہے، سو وہی لوگ ہیں کافر۔ اور جو کوئی حکم نہ کرے اس کے موافق جو اللہ نے اتارا ہے سو وہی لوگ ہیں ظالم۔ اور جو کوئی حکم نہ کرے اس کے موافق جو کہ اتارا اللہ نے، سو وہی لوگ ہیں فاسق (نافرمان)﴾۔ (المائدہ : ۴۴ تا ۴۷)

★ ہمارا طرز عمل یہ ہے کہ : ہم نے عدالتوں میں وہی انگریز کا قانون نافذ کر رکھا ہے یا وہ قانون جسے ہم نے اپنی آزاد مرضی سے بنایا ہے اس طرح ہم نے عدالتوں سے اللہ کو بے دخل کر دیا ہے اور کافر، ظالم، اور فاسق کے حکم کا اطلاق ہم پر ہو چکا ہے۔

○ قرآن کہتا ہے : ﴿اے ایمان والو مت بناؤ، یہود و نصاریٰ کو دوست﴾۔ (المائدہ : ۵۴)

★ ہمارا طرز عمل یہ ہے کہ : ہم نے دوست ہی نہیں اپنا آقا بنا لیا ہے۔ ان کے ہر چشم ابرو کے منتظر رہتے ہیں وہ جو چاہتے ہیں وہی ہم کرتے ہیں۔ بار بار ذلیل ہونے کے بعد بھی انہی کے چوکھٹ کی جبیں سائی ہم نے اپنا مقدر ٹھہرالیا ہے۔ اپنے تحفظ کے لئے انہی سے درخواست کرتے ہیں۔ کشکول گدائی بھی انہیں کے آگے ہے۔ یہ قرآن مجید کے حکم سے صریح انحراف ہے کہ نہیں؟

○ قرآن کہتا ہے : ﴿اور ہرگز راضی نہ ہوں گے تجھ سے یہود اور نہ نصاریٰ جب تک تابع نہ ہو ان کے دین کے﴾۔ (البقرہ : ۱۲۰)

★ ہمارا طرز عمل یہ ہے کہ : یہود و نصاریٰ کو راضی کرنے کے لئے اپنا تشخص آہستہ آہستہ ختم کر رہے ہیں۔ اپنے دین کے نفاذ کا نام لیتے ہوئے شرماتے ہیں ان کو راضی کرنے کے لئے ان کا تمدن ان کی معاشرت اختیار کرنے پر تلے بیٹھے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ کیا تم بنیاد پرست ہو تو ہم فوراً معذرت کرتے ہیں کہ نہیں سرکار ایسا نہیں ہے وہ تو صرف چند مولوی ہیں، ہمارا ان سے کیا تعلق۔ ہمیں آپ ترقی پسند، لبرل اور اپنا ہمنوا پائیں گے۔ یہ اللہ سے بغاوت نہیں تو اور کیا ہے؟

○ قرآن کہتا ہے : ﴿اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سود چھوڑ دو اگر تم کو یقین ہے اللہ کے فرمانے کا پھر اگر نہیں چھوڑتے تو تیار ہو جاؤ لڑنے کو اللہ سے اور اس کے رسول سے﴾۔ (البقرہ : ۲۷۸، ۲۷۹)

★ ہمارا طرز عمل یہ ہے کہ : ہم نے ہر سطح پر سود کو اپنایا ہوا ہے۔ حکومتی سطح پر تو سود بہت زیادہ نمایاں ہے گویا یہ ایمان کا حصہ بن چکا ہے کہ اس کے بغیر معیشت نہیں چل سکتی۔ انفرادی سطح پر لوگ اسے گناہ نہیں سمجھتے سود کی تمام شکلیں، جو اسمیت ہمارے معاشرے میں رچی بسی ہیں خواہ وہ انعامی بانڈز ہوں یا ڈرافٹ یا دوسری اسکیمیں، بینک سود کے بغیر کام نہیں کرتے اور تجارت بینک سے لازم و ملزوم ہے۔ گویا اوپر کی سطح سے نیچے تک اللہ اور اس کے رسول سے "جنگ" منظور ہے لیکن سود چھوڑنے کے لئے تیار نہیں۔

○ قرآن کہتا ہے : ﴿اے ایمان والو! دین میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ﴾۔ (البقرہ : ۲۰۸)

★ ہمارا طرز عمل یہ ہے کہ : دین کو ہم نے تقسیم کر لیا ہے۔ سیاست میں مغربی جمہوریت کے دلدادہ ہیں، معیشت میں سودی نظام چلا رکھا ہے اور عدل و انصاف کے لئے قرآن سے رجوع نہیں کرتے۔ معاشرت، تہذیب اور تمدن میں مغرب سے مرعوبیت کے شکار ہیں اور آہستہ آہستہ قدم اس طرف بڑھ رہے ہیں۔ عبادت کے لئے مسجد جاتے ہیں اور امور دنیا میں مغرب کی تقلید کرتے ہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ دین کو تقسیم نہ کرو، اور ہم نے عملاً اسے تقسیم کر رکھا ہے اس صریح حکم کی خلاف ورزی پر اللہ کے محبوب بندے بنیں گے یا مغضوب!

○ قرآن کہتا ہے : ﴿اے نبی کہہ دیجئے اپنی بیویوں کو اور اپنی بیٹیوں کو اور مسلمانوں کی عورتوں کو نیچے لٹکا لیں اپنے اوپر چادریں﴾۔ (الاحزاب : ۵۹)

★ ہمارا طرز عمل یہ ہے کہ : اللہ کے اس حکم کی دن رات صریح خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ ہماری عورتیں جس طرح بن سنور کر نکلتی ہیں غیر مسلم عورتیں بھی اتنا سنگھار کر کے باہر نہیں نکلتیں۔ اس کا مشاہدہ آپ کسی بھی تقریب میں کر سکتے ہیں یا کسی شاپنگ سنٹر پر دیکھ سکتے ہیں۔ سڑکوں پر اس انداز سے چلتی ہیں جیسے اپنے گھر کے صحن میں محو خرام ہوں۔ اللہ کے غضب کو دعوت دینے کیلئے کیا یہ کافی نہیں ہے؟

○ قرآن کہتا ہے : ﴿بے شک اسراف کرنے والے بھائی ہیں شیطان کے اور شیطان ہے اپنے رب کا ناشکرا﴾۔ (بنی اسرائیل : ۲۷)

★ ہمارا طرز عمل یہ ہے کہ : زندگی اسراف و تبذیر سے بھری پڑی ہے۔ اس کی نمایاں مثال شادی بیاہ کی تقریبات ہیں جس میں ہم کھل کر اسراف کرتے ہیں اس اسراف نے نئی نئی رسموں کو جنم دیا ہے وہ رسمیں اب بذات خود اہم بن گئی ہیں، جس کے بغیر شادی نہیں ہو سکتی۔ حال ہی میں اس میں "مووی" کا اضافہ ہوا ہے، اس نے رہی سہی کسر پوری کر دی ہے۔ شریک ہونے والی خواتین بھی اپنے کو سجا بنا کر اور پورا سنگھار کر کے مووی کے سامنے کھڑی ہوتی ہیں تاکہ فلم میں وہ خوبصورت عورت نظر آئیں۔ صرف امراء ہی اس میں ملوث نہیں ہیں بلکہ متوسط اور غریب طبقہ بھی ادھار قرض لے کر اس "کار خیر" میں شامل ہوتا ہے۔ بعض جگہ تو شادی میں شرط رکھی جاتی ہے کہ مووی ضرور بنے گی۔ ان حیا سوز تقریبات میں ہماری خواتین بہت آگے نکل چکی ہیں۔ یہود و نصاریٰ اور ہنود ان کی گرد کو نہیں پہنچ سکتے۔ شیطان اپنے مشن میں کامیاب ہو گیا ہے۔

○ قرآن کہتا ہے : ﴿پورا کرو عہد کو، بے شک عہد کی پوچھ ہو گی﴾۔ (بنی اسرائیل : ۳۴)

★ ہمارا طرز عمل یہ ہے کہ : سب سے پہلا عہد جو اللہ سے کیا تھا اسے توڑ دیا۔ کلمہ میں ایک عہد ہے جس کا اقرار کرنے سے کچھ چیزوں کو ترک کرنا پڑتا ہے اور کچھ کو اختیار کرنا پڑتا ہے۔ یہ اپنی مرضی سے نہیں ہوتا بلکہ جس کا کلمہ آدمی پڑھتا ہے اس کے اختیار سے ہوتا

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

سقوط مشرقی پاکستان :

مسلمانانِ بہار کا وہ زخم جو اب ناسور بن چکا ہے!

تحریر : محمد سمیع، کراچی

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اگر ۱۹۴۶ء میں ہندوستان کے صوبہ بہار میں فسادات نہ ہوتے تو شاید قیام پاکستان کا خواب اس قدر سرعت کے ساتھ شرمندۂ تعبیر نہ ہوتا۔ ان فسادات نے انگریزوں کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ ہندوستان میں ہندو اور مسلمان دو الگ قومیں ہیں جن کا تقسیم ہند کے بعد متحدہ قوم کی حیثیت سے رہنا ممکن نہیں۔ ان فسادات کی شدت کا اندازہ مشرقی کمان کے سپہ سالار جنرل سر فرانسس ٹیوکر کی مطبوعہ ڈائری "While Memory Serves" کے اس اقتباس سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ سر فرانسس نے اپنے چشم دید واقعات رقم کئے ہیں، جن سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ کس طرح بے آب و دانہ اور بے اسلحہ نہتے مسلمانوں نے ہندوؤں کے حملے سے اپنی بستیوں اور گھروں کی حفاظت کی اور پانچ دنوں تک انہیں روکے رکھا اور حکومت کی مداخلت نہ ہونے کی وجہ سے لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ ان کی عورتوں نے گاؤں کے کنوؤں میں چھلانگ لگا کر اپنی آبرو کا تحفظ کیا۔ دوسری کتاب سانحہ بہار سے متعلق مشہور شاعر کلیم اعجاز کی "جو شاعری کا سبب ہوا" ہے جس میں انہوں نے ایک طویل دیباچہ میں بلہاڑا گاؤں کے تباہ و برباد ہونے کا ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ بلہاڑا کے ہندو حملہ آوروں کے ذریعہ مسمار ہونے سے صرف دو دن قبل انہوں نے اپنی والدہ اور ہمشیرہ کو وہاں بھیجا تھا، پھر قیامت خیز کشت و خون کی خبر پا کر جب وہ بھی کسی مدارسی سپاہیوں کے ٹرک میں وہاں پہنچے تو وہاں دیکھنے کو کچھ بھی نہ تھا۔ ہر شے مسمار، مسجد جو دور سے نظر آتی تھی منہدم ہو چکی تھی۔ مسجد میں داخل ہوئے تو مسجد کے امام مردہ پائے گئے۔ ان کے آس پاس مردہ بچے اور بچیاں بھی رحلوں کے قریب اور رحلوں پر مردہ ملیں۔ یہ وہ بچیاں تھیں جو کلام پاک کا درس لینے آئی تھیں۔ کنویں عورتوں کی لاشوں سے پٹے پڑے تھے جن سے یہ آواز آ رہی تھی "خبردار قدم آگے نہ بڑھانا تم غیر محرم ہو، اپنی والدہ اور ہمشیرہ کو کہاں کہاں تلاش کرو گے، واپس لوٹ جاؤ، اس بستی میں کوئی زندہ نہیں، یہ شہر خموشاں ہے"۔

مرحومہ بیگم ایچ۔ اے۔ حکم سابق ایم۔ ایل۔ اے بنگال نے تقسیم ہند کے بعد ڈھاکہ کے پہلے کلکٹر جناب شہاب الدین رحمت اللہ کو بتایا کہ ان کی موجودگی میں قائداعظم نے غیر رسمی طور پر یہ انکشاف کیا کہ انہیں اس کا گمان بھی نہ تھا کہ پاکستان کا قیام ان کی زندگی ہی میں عمل میں آ جائے گا لیکن بہار کا المیہ اسے وجود میں لانے کا سبب بنا۔ قائداعظم کے الفاظ یہ تھے :

"I Never thought that Pakistan would come into being in my life time, But the tragedy of Bihar has brought it"

"اقتباس از : شہاب نامہ بیتی"

لیکن جب قیام پاکستان کی صورت میں بہاری مسلمانوں کو ان کے خواب کی تعبیر مل گئی تو وہ اپنے سارے دکھ درد بھول کر پاکستان کی تعمیر و ترقی میں لگ گئے اور مشرقی پاکستان کی ترقی میں ایک عظیم حصہ ان ہی کی مساعی کا نتیجہ تھی۔ لیکن افسوس کہ ربع صدی کی تکمیل سے قبل ہی ان کے خوابوں کی تعبیر پر تیشہ چل گیا اور مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بن گیا اور اس بار بہاری مسلمانوں کو اپنے ہی بنگالی بھائیوں کی دشمنی کا سامنا کرنا پڑا۔ شیخ مجیب الرحمٰن کی محمد پور اور میرپور کی آبادی کو جہاں بہاری مسلمان پاکستان کے دور میں آباد کئے گئے تھے مسمار کر کے اور جلا کر کولابگان (کیلوں کا باغ) بنانے کی خواہش تو پوری نہ ہوئی البتہ بے خانماں بربادی بہاریوں کی قسمت بن گئی۔ تقریباً پورے نارتھ بنگال (مشرقی پاکستان کا وہ حصہ جہاں بہاریوں کی اکثریت آباد تھی) میں بہاریوں کا صفایا ہو گیا۔ اس زمانے میں جو اعداد و شمار سننے میں آئے تھے ان کے مطابق وہاں غیر بنگالیوں کی کل تعداد ایک کروڑ بتائی جاتی تھی۔ بہت زیادہ کٹوتی کی جائے تو بھی وہ پچاس ساٹھ لاکھ سے کم نہ تھے، جن میں سے دو ڈھائی لاکھ پاکستان آ گئے۔ ڈھائی لاکھ کے قریب بنگلہ دیش کے کیمپوں میں محصور ہیں، بقیہ افراد کہاں گئے۔ انسانی حقوق کے نام نہاد علمبرداروں نے آج تک یہ سوال اٹھانے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ بہاریوں نے ۹ ماہ تک پاک فوج کے شانہ بشانہ لڑ کر پاکستان کی بقا کے لئے جدوجہد کی۔ اس کا صلہ انہیں یہ ملا کہ جنرل ضیاء الحق نے انہیں "بھکاری" کے خطاب سے نوازا۔ مجھے آج بھی ان کے یہ الفاظ نہیں بھولے جب ایک موقع پر کراچی میں بہاریوں کی وطن واپسی کی بابت ان سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے طنزیہ انداز میں سوال کیا تھا کہ "اتنے بہاری تو آ گئے اور آپ کو کیا چاہئے، انڈا ؟"۔ یہ ہمارے حاکموں کا رویہ ہے، ان حاکموں کا رویہ کہ جو اگر پاکستان نہ بنتا تو حاکم بننا تو درکنار اکثر و بیشتر محکومی کی زندگی گزار رہے ہوتے۔ جو بہاری یہاں آ گئے ان میں سے اکثریت تو ان پر مشتمل ہے جس کی واپسی کا انتظام ملک کے مختلف پرائیویٹ اداروں نے کیا یا پھر وہ لوگ تھے جو بھٹو دور میں پاکستانی فوجیوں کی واپسی تک قبول کئے جاتے رہے۔ فوجوں کی واپسی کی تکمیل کے بعد یہ سلسلہ بھی بند ہو گیا۔ حالانکہ "منقسم" اور "مصیبت زدہ" خاندانوں کی واپسی کے بارے میں کئے گئے معاہدوں پر بھی اب تک عملدرآمد کلی طور پر نہیں ہوا۔ نواز شریف نے اپنے دور اول میں کچھ بہاری خاندانوں کی واپسی کا انتظام کیا لیکن اب چونکہ ان کی موجودہ حکومت کے استحکام میں سندھی لیڈروں کا بھی حصہ ہے لہٰذا ان کی ناراضگی کے اندیشہ میں اب اس موضوع پر بات کرنا بھی پسند نہیں کرتے۔ پاکستان کے لاینحل مسائل میں مسئلہ کشمیر اور کالا باغ ڈیم کی تعمیر کی طرح محصورین کی واپسی کا مسئلہ بھی شامل ہو گیا ہے، اس خالص انسانی مسئلے کو سیاسی مسئلہ بنا دیا گیا ہے۔

اب ذرا ان لیڈران کرام کا بھی جائزہ لیا جائے تو بے جا نہ ہو گا جن کی سیاست کی دوکان اس مسئلے یعنی بہاریوں کی واپسی پر چمکی۔ ان میں سے نمایاں ترین سابق رکن قومی اسمبلی آفاق شاہد ہیں۔ انہوں نے بھی اپنی سیاسی زندگی کے ابتدائی دور میں اس مسئلہ کے بارے میں خاصی سرگرمی دکھائی اور ضیاء الحق کی گالی پر زبردست احتجاجی تحریک بھی چلائی، جس کے نتیجے میں وہ اسمبلی کے رکن بھی بنے۔ اب انہوں نے اس مسئلہ پر مکمل خاموشی اختیار کر رکھی ہے اور کیسے نہ کرتے جبکہ انہوں نے بے نظیر بھٹو کو اپنا سیاسی رہنما تسلیم کر لیا ہے اور پیپلز پارٹی کی قیادت کا تعلق چونکہ صوبہ سندھ سے ہے، لہٰذا یہ جماعت بہاریوں کی پاکستان واپسی کی سب سے بڑی مخالف ہے۔ ایک اور صاحب حسیب ہاشمی ہیں، بہاریوں کی لیڈر شپ نے انہیں بھی اسمبلی تک پہنچا دیا لیکن مسلم لیگ میں شمولیت کے نتیجے میں اب ان کی آواز بھی سنائی نہیں دیتی۔ پتہ نہیں ان کا تعلق نواز لیگ سے ہے، جونیجو لیگ سے ہے یا فنکشنل لیگ سے۔ باقی پاکستان کی جو سیاسی جماعتیں بہاریوں کے پاکستان آمد کی مخالف نہیں ہیں ان کی بھی ان سے ہمدردی یا تو اخباری بیانات کی حد تک ہے یا پھر قراردادوں کی منظوری کی حد تک جو وہ اپنی اپنی مجالس عاملہ میں وقتاً فوقتاً

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

ڈاکٹر صاحب کے نزدیک پاکستان کے مصور، مجوز اور مفکر کی حیثیت علامہ کو حاصل ہے، جبکہ بانی اور معمار کی حیثیت قائداعظم کو

بیت اللہ کو مشرکین کے تسلط سے آزاد کرانا اور نظام باطل کو جڑ سے اکھاڑ کر سرزمین عرب پر دین حق کو قائم و غالب کرنا آنحضورؐ کا فرض منصبی تھا

"زندگی" کے کالم نگار نے محترم ڈاکٹر صاحب کے موقف کو اگر سنجیدگی سے سمجھنے کی کوشش کی ہوتی تو ایسا غیر ذمہ دارانہ مضمون ہرگز تحریر نہ کرتے

اظہار حقیقت

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے افکار و نظریات پر "زندگی" میں شائع ہونے والے ایک تنقیدی مضمون کا محاکمہ

از قلم: نعیم اختر عدنان

لاہور سے شائع ہونے والا ہفت روزہ زندگی (۳۰ نومبر تا ۶ دسمبر ۹۷ء) ہمارے سامنے ہے۔ جس میں بحث و نظر کے عنوان سے جناب محمد عبداللہ نے امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے افکار و نظریات کو تختہ مشق بنانے کی سعی نامشکور کی ہے۔ مدیر شہیر "زندگی" جناب مجیب الرحمٰن شامی صاحب نے چونکہ از راہ لطف و کرم اس کا جواب شائع کرنے کی یقین دہانی بھی کروائی ہے لہٰذا اس مصدق و موقر یقین دہانی سے حوصلہ پا کر ہم "احقاق حق اور ابطال باطل" کی غرض سے یہ وضاحتی تحریر "زندگی" کے معزز قارئین اور "فاضل" مضمون نگار کی خدمت میں ارسال کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ نفس انسانی کی جملہ شرارتوں سے ہمیں محفوظ رکھے۔ آمین۔

محترم مضمون نگار نے بڑی مہارت اور فن کاری سے اپنے مضمون کی تمہید میں ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کی شخصیت کا تعارف نہایت پر شکوہ انداز میں کروایا ہے۔ چنانچہ محترم رقمطراز ہیں کہ "ڈاکٹر اسرار احمد کا شمار ہمارے ملک کے ممتاز دانشوروں اور علماء میں ہوتا ہے، جنہوں نے دین کو روایتی مدرسوں اور خانقاہوں کے دائرے سے نکال کر جدید دور اور جدید علوم سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی ہے..... ڈاکٹر صاحب کے حلقہ ادارت میں اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات شامل ہیں..... ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے مولانا مودودیؒ کے برعکس انتخابی سیاست کو اپنے لئے شجر ممنوعہ قرار دیا ہوا ہے لیکن وہ سیاسی موضوعات پر بھی اظہار خیال کرتے رہتے ہیں..... انہوں نے وطن عزیز کے لئے نہ صرف ایک متبادل سیاسی نظام بھی وضع کر دیا ہے بلکہ اس کے عملی نفاذ کے لئے تحریک چلانے کا بھی اعلان کر دیا ہے"۔ موصوف کی یہ تمہید کافی "پر تاثیر اور جاندار" ہے، وہ اس لئے کہ موصوف نے تمہید کے بعد "متن" میں جس انداز سے ڈاکٹر اسرار احمد کی ذات اور ان کے افکار کو ہدف تنقید بنایا ہے، ایسی گوہر افشانیوں سے پہلے اس قسم کی تمہید باندھنا یقیناً فائدہ مند ہوتا ہے تاکہ قاری کو "ہپناٹائز" کیا جا سکے۔ مضمون نگار کا دعویٰ ہے کہ "وہ ڈاکٹر اسرار احمد کے ان لیکچرز کو بطور خاص اٹینڈ کرتے ہیں جن کا موضوع تعمیر و استحکام پاکستان ہوتا ہے" لہٰذا انہوں نے ۵/ اور ۱۹/۱ اکتوبر ۹۷ء کو الحمراء ہال لاہور میں منعقدہ سیمینار میں بطور خاص شرکت کی "زحمت" گوارا کی۔ موصوف رقمطراز ہیں کہ "میں اس سے پہلے بھی (ڈاکٹر صاحب) کے خطبات میں تضادات نوٹ کرتا رہا ہوں اور بانی پاکستان حضرت قائداعظم پر ڈھکے چھپے اعتراضات، تحریک پاکستان اور مسلمانان ہند کے لئے ان کی بے مثال خدمات اور قربانیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے ان کے ذکر سے اغماض برتنا اور شعوری طور پر علامہ اقبال کو حضرت قائداعظم پر فوقیت دینا ایک بھاری اور غمزدہ دل کے ساتھ محسوس کرتا رہا ہوں اور کسی حد تک نظر انداز بھی کرتا رہا ہوں لیکن حالیہ خطبات نے میری مایوسی اور ناامیدی کو انتہا تک پہنچا دیا ہے اور اب مجھے ڈاکٹر اسرار احمد سے کسی خیر کی کوئی توقع نہیں رہی"۔

فاضل مضمون نگار نے اپنے اس مضمون میں اتہام بازی اور الزام تراشی کا جو بازار گرم کیا ہے اس کا جواب تو ہم ذرا آگے چل کر دیں گے، مگر سردست ہم قرآن مجید کی ایک آیت موصوف کے گوش گزار کرنا چاہتے ہیں تاکہ انہیں اپنی مغالطہ آمیز اور دشنام طراز تحریر کی "حیثیت و مقام" کا کچھ اندازہ ہو سکے۔ رب کائنات کا سورۃ البقرہ میں ارشاد گرامی ہے کہ "ولا تلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق وانتم تعلمون" یعنی "جان بوجھ کر حق کو باطل کا لباس مت پہناؤ اور نہ حق کو جھٹلاؤ حالانکہ تم (اصل حقیقت کو) خوب جانتے ہو"۔ مضمون نگار نے امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد پر قائداعظم اور تحریک پاکستان کے حوالے سے بے سروپا، خلاف حقیقت اور خلاف واقعہ الزامات لگا کر اپنے باطن میں پوشیدہ "خبث" کو آشکارہ کرنے کے سوا اور کوئی کار خیر سرانجام نہیں دیا۔ میں گزشتہ ۱۶ سال کے عرصہ سے ڈاکٹر اسرار احمد اور تنظیم اسلامی سے وابستہ ہوں اور بحمد اللہ ڈاکٹر صاحب کے افکار و نظریات سے بخوبی واقفیت رکھتا ہوں۔ اس حوالے سے میں یہ بات دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ فاضل مضمون نگار نے محترم ڈاکٹر صاحب کے موقف کو اگر سنجیدگی سے سمجھنے کی کوشش کی ہوتی تو وہ ایسا غیر ذمہ دارانہ مضمون تحریر نہ فرماتے۔ اس وقت ڈاکٹر اسرار احمد کی کتاب "استحکام پاکستان" میرے پیش نظر ہے جس کے پہلے ایڈیشن کا سن اشاعت ۱۹۸۲ء ہے۔ تحریک پاکستان اور بانی پاکستان کے بارے میں محترم ڈاکٹر صاحب کا موقف پہلے بھی بالکل واضح تھا اور آج بھی بالکل عیاں ہے۔ "پاکستان کا معجزانہ قیام" کے زیر عنوان صفحہ ۱۸ پر ڈاکٹر اسرار احمد لکھتے ہیں کہ

> "برصغیر میں بسنے والے مسلمانوں کی اکثریت کا بیک وقت انگریزوں کی بالفعل موجود غلامی اور ہندوؤں کی ممکنہ و قابل حذر غلامی سے نجات پا کر ایک آزاد اور خود مختار ملک کا مالک بن جانا اور دنیا کے نقشے پر وقت کی عظیم ترین مسلمان مملکت کا دفعتاً ظہور ہرگز ایک معجزے سے کم نہ تھا....."

آگے چل کر فاضل مصنف نے اپنے بارے میں لکھا ہے کہ

"تقسیم ہند سے قبل میں اپنی عمر اور بساط کے مطابق عملاً تحریک پاکستان ہی کا ایک ادنیٰ کارکن اور مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کا ورکر اور عہدے دار تھا اور ۱۹۴۶ء میں اسلامیہ کالج لاہور کے حبیبیہ ہال میں پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن کا جو تاریخی جلسہ منعقد ہوا تھا جس سے قائداعظم نے خطاب فرمایا تھا' اس میں (بھارت کے موجودہ صوبہ ہریانہ) ضلع حصار کے دو مندوبین میں سے ایک میں تھا.... راقم کو اس پر فخر ہے کہ تحریک پاکستان کے ننھے کارکنوں میں اس کا نام بھی شامل ہے۔ گویا راقم اپنے شعور کے بالکل آغاز ہی سے "پاکستانی" ہے اور آج بھی پاکستان کے تابناک مستقبل اور شاندار تقدیر "Destiny" پر یقین رکھتا ہے کہ پاکستان کا ظہور اسلام کے اسی عالمی غلبے کی خدائی تدبیر کے طویل المیعاد سلسلے کی اہم کڑی ہے۔ جس کی خبر جناب صادق و مصدوق ﷺ نے دی تھی!"۔

(استحکام پاکستان باب اول)

سطور بالا میں ہم نے پاکستان اور تحریک پاکستان کے بارے میں محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے افکار و نظریات کو خود ان کی کتاب استحکام پاکستان سے نقل کر دیا ہے۔ ان سطور کو پڑھ کر یہ اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں ہے کہ ڈاکٹر اسرار احمد کو پاکستان اور تحریک پاکستان سے کس درجے تعلق خاطر حاصل ہے اور وہ قیام پاکستان کو محض ایک اتفاقی واقعہ نہیں' مشیت الٰہی کا غیر معمولی مظہر سمجھتے ہیں۔

مضمون نگار نے ڈاکٹر اسرار احمد پر "قائداعظم کی شخصیت پر ڈھکے چھپے اعتراضات" کرنے کا لغو الزام تو عائد کیا ہے لیکن اس کی وضاحت پیش کرنے کی زحمت نہیں فرمائی کہ وہ ڈھکے چھپے اعتراضات کون سے ہیں؟۔ قائداعظم کی شخصیت کے بارے میں محترم ڈاکٹر صاحب نے اپنے نظریات کو چھپانے کی کبھی کوشش نہیں کی۔ قائداعظم کی شخصیت پر گفتگو کرتے ہوئے محترم ڈاکٹر صاحب نے یہ بات ہمیشہ صاف الفاظ میں کہی ہے کہ گو وہ معروف معنوں میں مذہبی آدمی نہیں تھے تاہم یہ بات نہایت قابل قدر ہے کہ انہوں نے اپنے اوپر کبھی مصنوعی طور پر مذہبی لبادہ اوڑھنے کی کوشش نہیں کی' ان کا ظاہر و باطن ایک تھا۔ جہاں تک قائداعظم کی ۱۱/ اگست ۱۹۴۷ء والی تقریر کا تعلق ہے' یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اس کے بارے میں قیل و قال کی بہت گنجائش موجود ہے۔ اکثر ناقدین اس تقریر کے متنازعہ جملے کو نظریہ پاکستان کی نفی قرار دیتے ہیں لیکن ڈاکٹر صاحب اپنے بہت سے خطابات میں اس تقریر کی ایسی عمدہ تاویل پیش کر چکے ہیں جس سے قائداعظم پر کوئی حرف نہیں آتا اور وہ توجیہہ اس پورے مسئلے کو عمدگی سے سلجھا دیتی ہے۔ استحکام پاکستان ہی میں باب ہفتم میں ڈاکٹر اسرار احمد بانی پاکستان کے حوالے سے "قائداعظم کی غیر معمولی شخصیت" کے زیر عنوان رقمطراز ہیں کہ

"قیام پاکستان کے ضمن میں مشیت و قدرت خداوندی کا دوسرا نمایاں ظہور قائداعظم کی قیادت کی صورت میں ہوا تھا..... برصغیر کے مسلمانوں کو ایسے قائد کی ضرورت تھی جو انگریزوں کی اجتماعی نفسیات سے کما حقہ واقف ہو اور ان سے ان کی زبان اور محاورے میں گفتگو کر سکے' برطانوی پارلیمانی سیاست کے پیچ و خم اور اسرار و رموز سے بھی آگاہ ہو اور آئینی و قانونی جنگ لڑنے کی صلاحیت و مہارت سے تو بدرجہ اتم مسلح ہو۔ مسلمانان ہند کے قائد کا دوسرا لازمی وصف یہ درکار تھا کہ وہ ہندوؤں کی ذہنیت کو اچھی طرح جانتا ہو' ان کے احساسات و جذبات اور مقاصد و عزائم کا علم رکھتا ہو..... ان دونوں اوصاف کے مطلوبہ حد تک حصول اور ان دونوں گھروں کے "بھیدی" ہونے کے لئے لازمی تھا کہ وہ کافی مدت تک ع "میں اس آگ میں ڈالا گیا ہوں مثل خلیل" کے انداز میں ان دونوں (انگریزوں اور ہندوؤں) کے اندر رہا ہو اور اس کی ذہنی و فکری اٹھان اور سیاسی و عملی تربیت بلا تشبیہ حضرت موسیٰ کی طرح (جن کی پرورش فرعون کے محل میں ہوئی تھی) ان دونوں دشمنوں کے گھروں میں ہوئی ہو! ___ کون نہیں جانتا کہ ان دونوں شرائط پر بتمام و کمال پورا اترنے والا شخص محمد علی جناح کے سوا کوئی نہ تھا.... قائداعظم سیرت و کردار اور شخصی اوصاف کے اعتبار سے اپنے زمانہ اور ماحول میں بالکل ہی نادر المثال اور عجوبہ روزگار شخصیت کے مالک تھے اور علماء و مشائخ سے قطع نظر' جملہ ہم عصر سیاست دانوں میں کوئی ایک شخص بھی ان کا ہمسر و ہم پلہ تو دور کی بات ہے آس پاس بھی نظر نہیں آتا۔

کسی نے نہ کبھی ان کی صداقت اور راست گوئی پر حرف رکھا نہ دیانت اور امانت پر اور نہ کسی وعدہ خلافی کا الزام لگایا نہ فریب دہی کا بلکہ سب ان کی صاف گوئی اور راست معاملگی کا برملا اعتراف کرتے رہے.... وہ نہ کبھی عام سیاست دانوں کی مانند ع "کجامی نمائی کجامی زنی" کا معاملہ کرتے ہیں نہ جھوٹ' دھوکہ' فریب اور وعدہ خلافی سے کام لیتے ہیں' نہ ان کے ہاں دروغ مصلحت آمیز کا وجود ہے' نہ مصنوعی تواضع و مدارت کا اور نہ ریاکارانہ انکساری موجود ہے نہ چاپلوسانہ خوشامد"۔

محترم قارئین یہ تھے ڈاکٹر اسرار احمد کے بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کی شخصیت اور کردار کے متعلق خیالات' مگر بحث و نظر کے لکھاری محمد عبداللہ کو محترم ڈاکٹر صاحب کی تحریر کے بین السطور ڈھکے چھپے اعتراضات دکھائی دیتے ہوں تو ہم اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ

خرد کا نام جنوں رکھ دیا' جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے!

جہاں تک اقبال کو قائداعظم پر ترجیح دینے کا معاملہ ہے درحقیقت کسی شاندار عمارت کی تعمیر میں ڈیزائنر اور نقشہ نویس کا اپنا رول ہوتا ہے اور معمار کا اپنا۔ ہم دونوں کی کاوشوں کو الگ الگ کر کے نہیں دیکھ سکتے۔ قائداعظم کی دیانت و امانت سیاسی بصیرت' آئین اور قانون پسندی کے بارے میں ڈاکٹر صاحب کی رائے ان کی کتاب استحکام پاکستان کے حوالہ سے آپ کے سامنے آ چکی ہے اور علامہ اقبال کے بارے میں اپنی طرف سے کچھ کہنے کی بجائے قائداعظم کے اس تاریخی قول کا حوالہ دینا کافی ہے "اگر مجھے یہ چوائس دیا جاتا کہ پاکستان یا علامہ اقبال دونوں میں سے ایک لے لو تو میں علامہ اقبال کو لے لیتا"۔ ڈاکٹر صاحب کے نزدیک پاکستان کے مصور' مجوز' مبشر اور مفکر کی حیثیت علامہ اقبال کو حاصل ہے' جبکہ بانی اور معمار کی حیثیت قائداعظم کو۔

فاضل مضمون نگار کا یہ الزام بھی بالکل بے بنیاد ہے کہ محترم ڈاکٹر صاحب گاندھی کو عظیم سٹیٹسمین قرار دیتے ہیں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ ڈاکٹر صاحب Give the Davil his due. کے قائل ہیں اور مہاتما گاندھی کی آزادی ہند کی تحریک میں عدم تشدد کی پالیسی کو اس پہلو سے ضرور سراہتے ہیں کہ عدم تشدد کا یہ فلسفہ گاندھی نے آنحضور کی سیرت سے اخذ کیا تھا۔ (واضح رہے کہ خان غفار خان نے یہ بات خود گاندھی کی زبان سے سن کر م ش مرحوم کو بتائی تھی جن کے ذریعے محترم ڈاکٹر صاحب کے علم میں آئی)۔

قیام پاکستان کے محرک کے حوالے سے محترم عبداللہ صاحب کا یہ کہنا ہے کہ اس کے باوجود کہ دانشوروں اور اہل علم کا پاکستان کے قیام کی وجہ جواز اور اس کے محرک کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا وہ اسلام تھا یا معاشی آزادی لیکن ڈاکٹر صاحب انتہائی ڈھٹائی سے یہ کہتے ہیں کہ اسلام قیام پاکستان کا اصل محرک تھا اور اسے یونیورسل سچائی قرار دیتے ہیں۔

محترم محمد عبداللہ صاحب کی اس موشگافی سے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے یا تو انہوں نے ڈاکٹر صاحب کو کبھی سنا ہی نہیں یا وہ دوران گفتگو اونگھتے رہتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب پاکستان کے اصل محرک کے حوالہ سے گفتگو کرتے ہوئے زمین پر موجود پانی کی سطحوں کے حوالے سے ایک بلیغ مثال دیتے ہیں جس سے سامعین اس مسئلہ کو بخوبی سمجھ لیتے ہیں۔ (الحمراء ہال کے مذکورہ خطاب میں بھی ڈاکٹر صاحب نے اسے وضاحت سے بیان کیا تھا اور ان کی تالیف "استحکام پاکستان" میں بھی اس کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔

طوالت کے پیش نظر ہم یہاں تفصیل درج نہیں کر رہے)
تاہم اگر محترم مضمون نگار کو اس بارے میں محترم ڈاکٹر صاحب کے موقف پر اعتراض ہے تو وہ ڈاکٹر صاحب کی پوری بات سامنے رکھ کر اگر اعتراض کریں تو حق بجانب ہوں گے۔ کسی بات کو سیاق و سباق سے کاٹ کر اور کسی کے موقف کی تفصیلات کو نظرانداز کر کے محض کسی جزو کو لے کے اعتراضات کی بوچھاڑ کر دینا سنجیدہ دانشوروں کا شیوہ نہیں۔

عبداللہ صاحب کا جس بات پر سر پیٹنے کو دل چاہتا ہے وہ جگر تھام کر سننے والی بات ہے۔ درحقیقت مسلم لیگ نے تحریک پاکستان کی بنیاد دو قومی نظریہ پر رکھی تھی یعنی ہندوستان میں دو قومیں آباد ہیں جو دونوں انگریزوں کی غلامی سے نجات چاہتی ہیں۔ تحریک پاکستان میں شامل ہونے کے لئے صرف یہ ضروری تھا کہ آپ مسلمان ہوں حقیقی ایمانی کیفیت کو ناپنے یا تولنے کی نہ ضرورت تھی نہ کوئی مقصد۔ ۱۹۴۶ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کی شاندار کامیابی نے قیام پاکستان کے راستے کی تمام رکاوٹیں دور کر دی تھیں۔ مسلم لیگ انگریز حاکموں پر ثابت کرنا چاہتی تھی کہ وہ مسلمانان ہند کی حقیقی بلکہ واحد نمائندہ جماعت ہے اس مقصد کے حصول کے لئے ووٹ کی ضرورت تھی جو عابد و زاہد اور متقی و پرہیزگار کا اور فاسق و فاجر مسلمان دونوں کا ایک جیسا ہی وزن رکھتا تھا۔ لہٰذا اس دور میں صوم وصلوٰۃ کی پابندیوں سے آزاد مسلمان کا بھی اپنے لئے الگ وطن حاصل کرنے کے جذبہ نے کام کر دکھایا۔ خدارا سوچئے آج وطن عزیز میں حقیقی اسلام کے بالفعل نفاذ کے لئے فاسق وفاجر مسلمان یا صوم وصلوٰۃ کی پابندیوں سے آزاد مسلمان کیا رول ادا کر سکتا ہے۔ اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ پاکستان قائم کر کے ہم نے زمین کے اس ٹکڑے کو مشرف بہ اسلام کیا تھا' اب صرف خود حقیقی مومن بن کر ہی اسے اسلام کا گہوارہ بنایا جا سکتا ہے ورنہ منطق کے کس اصول کے تحت یہ ممکن ہو گا کہ اہل پاکستان کی غالب اکثریت کا عملی زندگی میں اسلام سے دور کا واسطہ نہ ہو اور پاکستان میں اسلامی نظام اپنی حقیقی اور اصلی صورت میں نافذ ہو جائے۔

مضمون نگار نے ڈاکٹر اسرار احمد پر ایک الزام یہ بھی لگایا ہے اور اسے وہ ڈاکٹر صاحب کا ناقابل معافی جرم قرار دیتے ہیں کہ "ڈاکٹر صاحب نے ایک قدم آگے بڑھ کر غیر مسلم مستشرقین کی ہم نوائی کرتے ہوئے آقا و مولا حضرت محمدؐ کے بارے میں عجیب و غریب اور خلاف واقعہ بات کہی ہے کہ انہوں نے ہجرت مدینہ کے بعد قریش کے قافلوں کی لوٹ مار شروع کر دی تھی اور اس طرح قریش کو چڑا کر گویا انہیں جنگ کرنے کے لئے مجبور کر دیا تھا" فاضل مضمون نگار نے مذکورہ بالا الفاظ اور خیالات کو ڈاکٹر اسرار احمد سے منسوب کر کے الزام تراشی کی حد کر دی ہے۔ محترم ڈاکٹر نے غزوۂ بدر سے قبل کی آٹھ مہمات کا ذکر کرتے ہوئے اپنی تقریر و تحریر میں ہر جگہ اس کے دو مقاصد بیان کئے ہیں۔ (i) قریش کے سیاسی اثر کو کم کرنا' جس کے لئے وہ Political Isolation of Quraish کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں اور (ii) قریش کے تجارتی راستوں کی ناکہ بندی کر کے ان کو مخدوش بنانا' اس کے لئے ڈاکٹر صاحب Economic Blockade of Quraish کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب موصوف پر فاضل مضمون نگار کا یہ الزام بالکل بے بنیاد بلکہ بہتان طرازی کے مترادف ہے کہ ان کا موقف یہ ہے کہ آنحضورؐ اور مسلمانوں نے ہجرت کے بعد قریش کے قافلوں کی لوٹ مار شروع کر دی تھی۔ معاذاللہ۔

امیر تنظیم اسلامی 'انقلاب کا نبوی منہج بیان کرتے ہوئے اس اصولی بات کا ذکر کرنے کے بعد کہ تصادم کا آغاز اصلاً انقلاب کے علمبرداروں کی طرف سے ہوتا ہے جو کسی معاشرے میں مروج نظام کو للکار کر گویا خود تصادم کو دعوت دیتے ہیں' اپنی کتاب میں لکھتے ہیں :

"....مشرق و مغرب کی تجارت میں قریش کو بلا شرکت اجارہ داری حاصل تھی' کعبہ کے متولی ہونے کے ناطے کوئی ان کے قافلوں پر ہاتھ نہیں ڈالتا تھا مگر حضور ﷺ نے جنگ بدر سے پہلے مدینہ سے تجارتی شاہراہ کے آس پاس آٹھ فوجی مہمات بھیج کر گویا قریش کو ان کی معاشی ناکہ بندی کا پیغام دیا' ان کے تجارتی قافلوں کے راستوں کو مخدوش بنا دیا۔

(منہج انقلاب نبوی صفحہ ۱۴۵ تا ۱۴۶)

قارئین یہ ہے ڈاکٹر اسرار احمد کا موقف مگر مضمون نگار قریش کے قافلوں کی لوٹ مار کا ذکر نہ جانے کہاں سے بیچ میں لے آئے ہیں' سارے فسانے میں جس بات کا ذکر نہیں تھا وہی ان کو بہت ناگوار گزری ہے۔

ہمیں حیرت ہے کہ فاضل مضمون نگار ایک طرف تو اپنے مضمون کے آغاز میں یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انہوں نے الحمراء ہال میں محترم ڈاکٹر صاحب کا مذکورہ خطاب خود سماعت فرمایا تھا لیکن دوسری جانب ایک ایسی مغالطہ آمیز بات بھی محترم ڈاکٹر صاحب کی طرف منسوب کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے جو محترم ڈاکٹر صاحب نے سرے سے کہی ہی نہیں۔ میں یہ بات دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ الفاظ محترم ڈاکٹر صاحب نے کبھی استعمال نہیں کئے جو فاضل مضمون نگار نے ان کی جانب منسوب کئے ہیں ـــــ نہ اپنی کسی تقریر میں اور نہ کسی تحریر میں ـــــ طرفہ تماشا یہ ہے کہ فاضل مضمون نگار آنحضورؐ کی ہجرت سے قبل کی مہمات کے لئے اپنی تحقیق کے جو تارے توڑ کر لائے ہیں وہ محترم ڈاکٹر صاحب کے موقف کے عین مطابق ہے۔ گویا ڈاکٹر صاحب کے موقف کی "پرزور تردید" کے طور پر مضمون نگار نے اپنے موقف کی وضاحت میں جو "درست" موقف پیش کیا ہے وہ بعینہٖ ڈاکٹر صاحب کے موقف کی ترجمانی ہے۔ سوائے بعض جزوی اضافوں کے' ان کے پیش کردہ موقف اور ڈاکٹر صاحب کے موقف میں سر مو کوئی فرق نہیں۔ فاضل مضمون نگار کو اس بارے میں اگر کوئی شک ہو تو ڈاکٹر صاحب کی تالیف "منہج انقلاب نبوی" اٹھا کر دیکھ لیں۔ اب اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ فاضل مضمون نگار محترم ڈاکٹر صاحب کی مخالفت میں اس درجے جذباتی ہیں کہ ہوش و خرد کا دامن بھی ان کے ہاتھ سے چھوٹ گیا ہے۔

امیر تنظیم اسلامی کے نزدیک آنحضور ﷺ کے ان اقدامات کا ایک اہم مقصد سانپ کو بل سے نکالنا تھا۔ آنحضور ﷺ اور صحابہ ؓ کی مدینہ کی طرف ہجرت اس لئے نہیں تھی کہ وہ جا کر چین اور سکون سے اللہ کی عبادت میں مشغول ہو جائیں.... بلکہ ان کی نیند اس وقت تک کے لئے حرام تھی جب تک کہ وہ کعبہ کو مشرکین کے تسلط سے آزاد نہ کروا لیتے اور دین حق کو جزیرہ نمائے عرب پر غالب و نافذ نہ کر دیتے۔ چنانچہ آپؐ نے مدینہ کو ایک مرکز کے طور پر استعمال کیا اور نہایت مدبرانہ انداز میں قریش مکہ کے سیاسی اثر و نفوذ کو کم کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی معاشی شاہ رگ یعنی تجارتی شاہراہ کی ناکہ بندی شروع کر دی۔ فاضل مضمون نگار سیرت کے ان واقعات کے انکار پر کیوں ادھار کھائے بیٹھے ہیں کہ غزوۂ بدر کا فوری سبب یہ تھا کہ مسلمانوں نے قریش کے اس بڑے تجارتی قافلے کا پیچھا کیا تھا جو ابوسفیان کی قیادت میں شام کی طرف جا رہا تھا بلکہ ان کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ آنحضورؐ ۳۱۳ صحابہ کو لے کر اصلاً اسی تجارتی قافلے کی ناکہ بندی کے لئے مدینہ سے نکلے تھے جو اب تجارتی سامان سے لدا پھندا شام سے مکہ واپس جا رہا تھا۔ سالار قافلہ ابوسفیان نے اسی اندیشے کے تحت مکہ کے قریش کو پیغام بھجوایا تھا جس کے نتیجے میں مکہ سے مشرکین کا ایک ہزار کا لشکر جنگ کے ارادے سے نکلا۔ آنحضور ﷺ کو دوران سفر بذریعہ وحی اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے انہی مٹھی بھر ساتھیوں کے ساتھ اس لشکر کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ صادر فرمایا اور بدر کی طرف روانگی اختیار فرمائی۔ مضمون نگار اگر سیرت کے ان واقعات اور تاریخی حقائق کو جھٹلانے پر کمر کس لیں تو ہم اپنی معذوری کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں۔

فاضل مضمون نگار نے صلح حدیبیہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ آنحضورؐ جنگ و جدال کی بجائے صلح کا راستہ اپنانا چاہتے تھے اور جنگ تو ان پر ٹھونسی گئی تھی' خود آپؐ نے

کوئی اقدام نہیں فرمایا تھا۔ میں فاضل مضمون نگار سے یہ سوال کرنا چاہتا ہوں کہ اگر صلح ہی مطلوب و مقصود تھی تو دو سال بعد جب قریش ہی کی ایک غلطی سے صلح کا معاہدہ ٹوٹ گیا' لیکن پھر قریش نے معاہدہ کی تجدید کرنا چاہی تو آپ ؐ نے صلح کی تجدید سے انکار کیوں کیا؟ قریش کا سردار ابو سفیان (جو اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے) مدینہ کی گلیوں میں صلح کی تجدید کے لئے دربدر پھرتا رہا اور سفارشیں تلاش کرتا رہا لیکن تجدید صلح کے لئے اس کی ہر کوشش اکارت گئی' اور وہ صلح کی حسرت لئے ناکام و نامراد مدینہ واپس لوٹا؟ ــــ آخر کیوں؟ ــــ فاضل مضمون نگار کو تاریخ کے یہ مسلمہ حقائق شاید تلخ معلوم ہوں لیکن ہم ان حقائق کے بیان پر مجبور ہیں کہ آنحضور ؐ نے نہ صرف یہ کہ صلح کی تجدید پر آمادگی ظاہر نہیں کی بلکہ مکہ پر چڑھائی کی تیاریاں شروع کردیں۔ آپ ؐ نے ان تیاریوں کو خفیہ رکھنے کا خصوصی اہتمام فرمایا اور پھر ۸ ہجری میں دس ہزار صحابہ کے ساتھ آپ نے مکہ کی جانب پیش قدمی فرمائی جس کے نتیجے میں مکہ فتح ہوا ــــ یہ سب کچھ آپ ؐ نے اس لئے کیا کہ بیت اللہ کو مشرکین کے تسلط سے آزاد کرانا اور سرزمین عرب کی حد تک نظام باطل کو جڑ سے اکھاڑ کر اللہ کے دین کو بالفعل قائم و غالب کرنا آپ ﷺ کا فرض منصبی تھا۔ ہماری فاضل مضمون نگار سے درخواست ہے کہ وہ حقائق سے نظریں چرانے اور حق و باطل کو گڈمڈ کرنے کی بجائے ان کے اعتراف و اعلان کی ہمت اپنے اندر پیدا کریں اور سیرت نبوی ؐ کو اس کے صحیح تناظر میں جاننے کی کوشش کریں۔

آج تک پاکستان کی واقعی شناخت قائم نہیں کرسکے' حتیٰ کہ ایک مغربی دانشور کو یہ کہنا پڑا کہ

"Pakistan is still in search of its identity"

(پاکستان اب تک اپنی شناخت کی تلاش میں ہے) اور وہ اس نتیجہ کو کیسے نہیں پہنچتا جب کہ پاکستان میں جئے سندھ' جئے مہاجر' جئے پختون' جئے بلوچ اور جئے پنجابی کے نعرے تو کثرت سے لگتے ہیں لیکن جئے پاکستان کا نعرہ خال خال ہی سنائی دیتا ہے۔

میں جہاں تک سمجھ پایا ہوں اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے لیکن یہاں اس کے نظریئے کی بالادستی یا بالفاظ دیگر اسلام کی بالادستی کے لئے کوئی عملی اقدام نہیں کیا گیا البتہ زبانی جمع خرچ بہت ہوا' وہ بھی حکمرانوں نے اپنے اقتدار کے استحکام کے لئے اور دیگر سیاسی جماعتوں نے اپنی سیاست کو چمکانے کے لئے کیا۔ اگر پاکستان نظریاتی مملکت بن جاتا تو کسی ملک میں بسنے والے مسلمان کے لئے اس کے دروازے بند نہ ہوتے۔ حیف صد حیف کہ دنیا میں کہیں بھی آباد یہودی اسرائیل کا شہری بن سکتا ہے لیکن بہاری مسلمان جس کا خون اس نظریاتی مملکت کے قیام اور اس کے استحکام کے لئے بہا' اس کے لئے پاکستان کے دروازے بند ہیں۔

بقیہ : لمحہ فکریہ

ہے۔ ہم ہر قدم پر اپنی مرضی چلاتے ہیں اور اس عہد کی پاسداری کا خیال نہیں کرتے ــــ یہ عہد کی توہین نہیں ہے تو کیا ہے۔

○ قرآن کہتا ہے : ﴿ بھاگو اللہ کی طرف ﴾ (الذاریات : ۵۰)

★ ہمارا طرز عمل یہ ہے کہ : ہم دنیا کی طرف بھاگ رہے ہیں' دنیا ہی ہمارا ہدف ہے۔ ہماری سوچ اور فکر کا محور دنیا اور صرف دنیا ہے۔ ہماری تمام سعی و جہد اس دنیا ہی کے لئے ہے۔

○ قرآن کہتا ہے : ﴿ بھلا کہیں آدمی کو وہی ملتا ہے جو وہ چاہے یعنی تمنا کرے؟ ﴾ (النجم : ۲۴)

★ ہمارا طرز عمل یہ ہے کہ : ہم تمناؤں کے پیچھے دیوانے ہیں۔ تمناؤں کے جال میں گرفتار ہیں۔ یہ آرزو یہ تمنائیں تمام تر دنیا ہی کے لئے ہیں' جو عارضی ہے' فانی ہے' محض سراب ہے' دھوکہ ہے۔

○ قرآن کہتا ہے : ﴿ اللہ راہ دکھاتا ہے اس کو اپنی طرف جو رجوع ہوا ﴾ (الرعد : ۲۷)

★ ہمارا طرز عمل یہ ہے کہ : ہمارے اندر اللہ سے رجوع ہونے کا داعیہ پیدا نہیں ہوتا' اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ ہم ان تمام باتوں کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہیں جس کو چھوڑنے کے لئے قرآن کہتا ہے۔ اس دنیا کی چمک دمک پر فریفتہ انسان اس وہم میں مبتلا ہے کہ آخری عمر میں توبہ کرلیں گے۔ یہ شیطان کا اتنا بڑا دھوکہ ہے اتنا بڑا جال ہے جس میں پھنسا کر آخرت سے بیگانہ کردیتا ہے اور موت اس کے تمام ارمانوں کو سمیٹ کر اسے دنیا سے کاٹ کر وہاں پہنچا دیتی ہے جہاں سے نہ وہ واپس آسکتا ہے اور نہ رجوع کا کوئی موقع مل سکتا ہے ــــ

☆ جتنی جلد ممکن ہو ہمیں اس غفلت سے نکلنا چاہئے اور قرآن کا انسان مطلوب بننے کے لئے اس کے اوامر کو اختیار کرنا چاہئے اور اس کی منہیات سے بچنا چاہئے۔ قرآن کو سمجھ کر پڑھنے سے متنبہ ہوگا۔ اللہ کی آیات اسے خواب غفلت سے جگادیں گی اور اس کی صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کریں گی۔ وما توفیقی الا باللہ

بقیہ : صدائے احتجاج

پاس کرتی رہتی ہیں۔ حالیہ بحران کے دوران جسٹس سجاد علی شاہ عدل و انصاف کے چیمپین بن کر ابھرے تھے لیکن ان کا عدل بھی یا تو فلور کراسنگ کے قانون تک تھا یا پھر صدر کے اسمبلی توڑنے کے اختیار کی بحالی سے انہیں دلچسپی تھی۔ یہ سب بزعم خود انہوں نے ملک میں آئین کی سربلندی کے لئے کیا تاکہ لوگوں کے ساتھ عدل کیا جاسکے۔ لیکن بابائے قوم نے جن کی بربادیوں کو قیام پاکستان میں سرعت کا ذریعہ تسلیم کیا ان کے لئے عدل و انصاف کون کرے گا؟۔ جب تک بہاریوں کو عدل میسر نہیں آتا ہمارے آئینی ماہرین حب الوطنی کی کیا تعریف بیان کریں گے۔ مجھے تو بہر حال ان کی استقامت پر رشک آتا ہے کہ ناامیدی کی ربع صدی گزارنے کے بعد بھی جذبہ حب الوطنی کا یہ حال ہے کہ وہ اب بھی اپنی جنت ارضی کے لئے بے چین ہیں۔ ایک ہم ہیں جو اس جنت ارضی میں رہنے اور اس کے تمام تر وسائل سے بہرہ ور ہونے کے باوجود

انجمن خدام القرآن سندھ' کراچی کے زیر اہتمام

ایک سالہ قرآن فہمی کورس

○ آغاز : 16/ فروری 1998ء
○ اوقات : صبح 8:30 تا 1:00 بجے دوپہر
○ بمقام : قرآن اکیڈمی' کراچی
○ قابلیت : کم از کم F.Sc/F.A و مساوی
○ نصاب : آسان عربی گرامر' منتخب نصاب قرآنی' تجوید' منتخب احادیث' اصول فقہ' دینی لٹریچر
○ داخلے کی آخری تاریخ 12 فروری 1998ء ہے۔

نوٹ : کورس میں خواتین کی شرکت کا معاملہ اور بیرون کراچی خصوصاً اندرون سندھ کے حضرات کیلئے رہائش و طعام کی سہولت کی فراہمی کا معاملہ ابھی زیر غور ہے۔

قرآن اکیڈمی' خیابان راحت' درخشاں' فیز VI ڈیفنس
فون : 5855219-5854036

کاروان خلافت منزل بہ منزل

فیروزوالا میں دو روزہ دعوتی و تربیتی پروگرام

۲۹/ نومبر بروز ہفتہ صبح ۸ بجے شیخ نوید احمد کی امارت میں ۶ رفقاء پر مشتمل قافلہ مرکز تنظیم اسلامی گڑھی شاہو سے فیروز والا پہنچا۔ فرقان گرلز ہائی سکول میں نعیم اختر عدنان کو اپنی آمد سے مطلع کیا گیا۔ موصوف نے "نزل" کے طور پر تمام رفقاء کی چائے سے ضیافت کی۔ بعد ازاں مسجد طیبہ میں تحیہ المسجد کے نوافل ادا کئے۔ نماز ظہر تک "فرائض دینی کا جامع تصور" کتابچہ سبقاً سبقاً پڑھا گیا اور اس پر سوال و جواب بھی ہوئے۔ نقیب اسرہ فیروز والا جناب ملک منیر احمد اور نعیم اختر عدنان نے بھی اس پروگرام میں جزوی طور پر شرکت کی۔ نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد دوپہر کا کھانا نعیم اختر عدنان کے گھر تناول کیا۔ مختصر سے وقفہ آرام کے بعد نماز عصر جامع مسجد عمر فاروق (گول مسجد) امامیہ کالونی میں ادا کی۔ نماز کی ادائیگی کے بعد رفقاء کی تین مختلف گروپوں نے علاقے میں دعوتی گشت کیا جس میں اہل محلہ کو نماز مغرب کے بعد منعقدہ درس قرآن میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ بعد نماز مغرب نعیم اختر عدنان نے سورہ توبہ کی آیت ۳۳ کے حوالے سے "محبتوں کی میزان" کے عنوان سے عوامی انداز میں خطاب کیا۔ خطاب کے بعد سوال و جواب کی نشست بھی ہوئی۔ مسجد ہذا کے ایک نمازی نے تمام رفقاء کو باصرار چائے بھی پلائی۔

نماز عشاء ادا کرنے کے بعد رفقاء نے مقامی ہوٹل سے رات کا کھانا تناول کر کے شب بسری کے لئے فرقان گرلز ہائی سکول کا انتخاب کیا۔ نماز فجر جامع مسجد لاثانی فیروز والا میں ادا کی گئی۔ نماز کے بعد درس قرآن کے انعقاد کا اعلان جناب صفدر بیگ نے کیا۔ نعیم اختر عدنان نے سورۃ انفال کی آیات کے حوالے سے "امت مسلمہ کی دینی ذمہ داری" کے موضوع پر خطاب کیا۔ پچاس سے زائد نمازیوں نے اس خطاب کو انہماک اور دلجمعی کے ساتھ سنا۔ نماز کے بعد مسجد کے ایک نمازی تمام رفقاء کو اپنے گھر لے گئے اور پر تکلف چائے سے ہماری تواضع کر کے اہل دین سے اپنی محبت و عقیدت کا ثبوت فراہم کیا۔ ناشتہ کے بعد دوپہر تک تربیتی پروگرام کے لئے وقت مختص تھا۔ اس پروگرام میں لاہور غربی کے رفقاء میں سے جناب عبدالعزیز جرات' جناب محمد طفیل' جناب منیر احمد' جناب افتخار احمد' نعیم اختر عدنان' ملک منیر احمد' حافظ علاؤ الدین اور امیر لاہور غربی ڈاکٹر سید اقبال حسین نے شرکت کی۔ معتمد حلقہ لاہور جناب محمد راشد بھی شریک پروگرام رہے اور انہوں نے تربیتی پروگرام کو کنڈکٹ کیا۔ وقفہ چائے کے دوران نعیم اختر عدنان نے اپنے بیٹے محمد حسنین عدنان کی ولادت کی خوشی میں رفقاء کو مٹھائی کھلائی۔ نماز ظہر سے آدھ گھنٹہ قبل وقفہ کر دیا گیا تاکہ رفقاء نماز ظہر کی تیار کر سکیں۔ نماز ظہر کی ادائیگی جامع مسجد فاروقیہ امامیہ کالونی میں ادا کی۔ مسجد کے خطیب مولانا شفیع احمد شاکر نے ہمارا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ نماز کے بعد مولانا شفیع شاکر احمد کے ہمراہ دوپہر کا کھانا امیر لاہور غربی ڈاکٹر سید اقبال حسین کے گھر تناول کیا گیا۔ کھانے سے قبل اور رفقاء کی خصوصی فرمائش پر جناب افتخار احمد نے میاں محمد بخش اور سلطان باہو کا عارفانہ کلام ترنم کے ساتھ پڑھ کر سنایا۔ یہ ضیافت اسرہ شاہدرہ کے نقیب ڈاکٹر محمد عابد نے رفقاء کے اعزاز میں دی تھی۔ فرقان گرلز ہائی سکول واپس پہنچ کر اپنا سامان سمیٹا اور جامع مسجد بلال رچنا ٹاؤن میں نماز عصر ادا کرنے کے لئے رخت سفر باندھا۔ بعد نماز عصر جناب افتخار احمد نے "فرائض دینی کا جامع تصور" واضح کیا۔ ان کے خطاب سے پہلے مسجد ہذا کے امام و خطیب جناب مولانا حافظ محمد صدیق نوری نے تمام نمازیوں کو دعوتی خطاب میں شرکت کرنے کا "حکم نامہ" جاری کیا چنانچہ تمام نمازیوں نے دعوتی خطاب سنا۔ خطاب کے بعد مولانا محترم نے پھلوں اور چائے سے ہماری تواضع کی۔ اس تواضع میں لاہور غربی کے نوجوان رفیق چودھری محمد اصغر کا خصوصی تعاون بھی شامل تھا۔ مولانا نے جس طرح ہمارے ساتھ تعاون کیا یہ ان کی دین اور رجال دین سے محبت کے پر خلوص تعلق ہی کا مظہر ہے۔ مولانا نوری صاحب بازار تک ہمیں رخصت کرنے کیلئے تشریف لائے۔ نماز مغرب سے چند لمحے قبل رفقاء شاہ خالد ٹاؤن میں طوبیٰ اکیڈمی پہنچے۔ نماز مغرب کے بعد حافظ علاؤ الدین نے بڑے ہی موثر پیرائے میں "دین کا جامع تصور" واضح کیا۔ رفقاء کے علاوہ 115 احباب اس پروگرام میں شریک ہوئے۔ دو روزہ پروگرام کی تکمیل پر رفقاء نے اپنے اپنے گھروں کی راہ لی۔ (رپورٹ : محمد اسلم)

اسرہ سیالکوٹ کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

۳۰ نومبر کو ناصر روڈ سیالکوٹ کی جامع مسجد چاہ جٹاں میں ناظم حلقہ شاہد اسلم کی امارت میں اسرہ ڈسکہ' اسرہ کانبانوالہ' اسرہ پکھرڈیوالی' اور اسرہ سیالکوٹ کے رفقاء کا دعوتی و تربیتی اجتماع ہوا۔ پروگرام کا آغاز "دعوت کی اہمیت و فرضیت" کے حوالے سے کیا جس میں سورۂ حم سجدہ کی آیات کے حوالے سے اقامت دین کی دعوت اور انفرادی و اجتماعی ابلاغ کے حوالے سے پیش آمدہ مشکلات پر استقامت کو واضح کیا گیا۔

ناظم حلقہ جناب شاہد اسلم نے سورۂ نمل کی آیات کے حوالے سے اسلامی انقلابی جماعت کے کارکنوں کے "تعلق مع اللہ" کی ضرورت و اہمیت پر خطاب کیا۔ انہوں نے ہر ساتھی کو "تعلق مع اللہ" کے حوالے سے ذاتی محاسبہ کرنے کی نہ صرف دعوت دی بلکہ اسے روحانی بیماریوں کا علاج بھی قرار دیا۔ بعد ازاں رفقاء کو چار گروپس میں تقسیم کر کے مقامی لوگوں میں تنظیم کا تعارف کروایا گیا اور بعد نماز عصر منعقدہ درس قرآن میں شرکت کی دعوت دی گئی۔

بعد نماز ظہر جناب شاہد اسلم صاحبنے رفقاء سے دعوتی کام کے متعلق تفصیلات حاصل کیں۔ رفقاء کے طعام کا انتظام سیالکوٹ کے رفقاء نے کیا۔ نماز عصر کے بعد ناظم حلقہ نے موجودہ حالات پر قرآن کی روشنی میں جائزہ لیا۔ انہوں نے کہا کہ امت مسلمہ تمام تر وسائل دستیاب ہونے کے باوجود دنیا میں ذلت و رسوا ہو رہی ہے۔ دنیا کے امیر ترین افراد میں اکثر و بیشتر مسلمان ہی ہیں۔ عربوں کو تیل کی دولت سے مالا مال کیا گیا لیکن اس کے باوجود امت مسلمہ معاشی غلامی میں جکڑی ہوئی نظر آتی ہے۔ پاکستان میں آج خوف اور بھوک کا لباس ہمیں پہنا دیا گیا ہے ایسا کیوں صرف اور صرف ہمارے اعمال بد کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے جامع انداز میں تنظیم کی دعوت بھی پیش کی۔ (مرتب : محمد اقبال)

مبتدی تربیت گاہ .... تاثرات

(۱۴ نومبر تا ۲۱ نومبر)

محمد بن عبدالرشید رحمانی

اگر کوئی شخص تنظیم اسلامی میں احساس فرض' نجات اخروی اور رضا الٰہی کے حصول اور فرائض دینی کی بجا آوری کے لئے شامل ہوا ہے تو اسے تنظیم میں شمولیت کے فوری بعد مبتدی تربیت گاہ میں شامل ہونا چاہئے۔ جیسے نماز کے لئے وضو فرض ہے اسی طرح "مسنون زندگی" کو شروع کرنے کے لئے اس پر لازم ہے کہ اجتماعی زندگی کے فرائض کا علم جلد از جلد حاصل کرے ورنہ نفس اور شیطان کے چکر میں پھنس جائے گا۔ بیرون ملک راقم جس تنظیم سے وابستہ تھا جس میں بے شمار احباب شامل ہوئے مگر بعد ازاں وہ بلاعذر تنظیم چھوڑ کر چلے گئے جبکہ میرے خیال میں ایسے لوگوں کے تنظیم چھوڑنے کی بڑی وجہ مبتدی تربیت گاہ میں شمولیت نہ کرنا ہے۔

اگر ایسے رفقاء یہ مرحلہ طے کر لیتے تو راقم کے خیال میں یہ لوگ تنظیم کو کبھی نہ چھوڑتے۔ یہ دور پر فتن دور ہے جس میں سلیم الفطرت انسان کا سانس لینا دشوار ہے اور اپنے ایمان کو بچانا نہایت مشکل امر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اکیلا شخص شیطان کا نوالہ بن جاتا ہے اور جماعت پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہوتا ہے' جماعتی و اجتماعی زندگی کی اہمیت اگر کسی خوش نصیب کے حصے میں آ جائے اور وہ کسی جماعت کی پناہ میں آ جائے تو اس کو پہلی فرصت میں چاہئے کہ جس جماعت کے ساتھ اس نے سمع و اطاعت بالمعروف کی بیعت کی ہے۔ اس کا حکم اور اپنی ضرورت کے تحت نجات اخروی رضائے الٰہی کے حصول اور فرائض دینی کی بجا آوری کے لئے متبدی تربیت گاہ میں یکسوئی سے شامل ہو۔

اکابرین تنظیم جنہوں نے اپنی زندگیاں ہمہ وقت دین حق کے لئے وقف کر رکھی ہیں ان کی صحبت' ان کے ذریعے براہ راست تنظیم اسلامی کا منشور امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد سے سننے کا موقع ملتا ہے۔ دین و ایمان' عبادات' دجالی فتنہ' فکر آخرت' شفاعت باطلہ فرائض دینی کا جامع تصور' فرد کا

نصب العین، نجات اخروی رضائے الٰہی کا حصول اور فرائض دینی کا جامع تصور حاصل ہوتا ہے۔ تبلیغی جماعت، جماعت اسلامی، تحریک شہیدین کا تقابل کرایا جاتا ہے جو ہر نئے رفیق کے لئے جاننا ضروری ہے "وہ تنظیم اسلامی میں کیوں شامل ہوا۔ دین کی دعوت اور مذہب کی دعوت کا فرق اس کے سامنے آتا ہے۔ دین کی دعوت کا فہم کتاب اللہ کے بغیر ممکن نہیں۔ دعوت دین کی فرضیت، عظمت، اہمیت اور انفرادی دعوت کے آداب کا شعور حاصل ہوتا ہے۔

داعی الی اللہ کے لئے تزکیہ نفس، کتاب اللہ سے تعلق، نماز میں خشوع خضوع کی ضرورت کا احساس ہوتا ہے۔

نظام العمل سے باقاعدہ واقفیت نئے رفیق کے لئے اسی طرح فرض ہے جس طرح نماز کے عمل سے پہلے نماز کے فرائض کا علم اور نماز کے لئے وضو کرنا ضروری ہے۔

راقم ۸۳ء سے تنظیم اسلامی سے منسلک ہے۔ اکابرین نے مجھے اعزازاً ملتزم بنا دیا تھا۔ راقم طویل عرصہ تک ایک ایسے ملک میں روزگار کے لئے مقیم رہا جہاں "اجتماعیت" قانوناً جرم ہے۔ اس جرم کی پاداش میں کئی رفقاء کو جبراً وطن واپس بھیجا گیا۔ مجھے نومبر ۹۷ء میں ملتزم رفقاء کی تربیت گاہ میں شمولیت کی دعوت جنوبی لاہور جناب فاروق اقبال نے دی تھی۔

یہ حکم میری تنظیمی ضرورت نجات اخروی اور رضائے الٰہی کے حصول کے لئے اور فرائض دین کی بجا آوری کے لئے ہی تو تھا، جس کی میں نے تکمیل کی۔

حسب سابق اس سال بھی
رمضان المبارک کے دوران
قرآن اکیڈمی ملتان میں
نماز تراویح کے ساتھ مکمل قرآن مجید کا ترجمہ
مع مختصر تشریح کا اہتمام ہو گا
دورۂ ترجمہ کی ذمہ داری
ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کے شاگرد رشید
تنظیم اسلامی ملتان شہر کے امیر
ڈاکٹر محمد طاہر خان خاکوانی
—— ادا کریں گے ——

- خواتین کے لئے علیحدہ ہال
- بیرون ملتان سے مستقل شرکاء کیلئے سحری کا انتظام
- ۳۱ دسمبر کی رات تعارف قرآن کے موضوع پر مفصل خطاب ہو گا، ترجمۃ القرآن کا آغاز بھی اسی شب سے ہو گا۔
- نوٹ: نماز عشاء کا وقت 30 : 7 بجے شب

الداعی: ناظم تعلیمات قرآن اکیڈمی
آفیسرز کالونی ملتان فون: 520451-521070

حلقہ مالاکنڈ ڈویژن کی دعوتی سرگرمیاں

۱۶/نومبر کو رفقاء کے دیوانہ بابا میں دعوتی خطاب کا پروگرام بنایا۔ ناظم ذیلی حلقہ مالاکنڈ ڈویژن مولانا غلام اللہ خان حقانی کے ہمراہ ایاز خان اور خورشید عالم عصر کے وقت پہنچے۔ ناظم حلقہ نے "عبادت رب" پر بعد نماز مغرب خطاب کیا، بعد ازاں سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ سامعین کی تعداد چالیس کے قریب تھی۔

حسب پروگرام ناظم حلقہ ۱۰ اور ۱۱/نومبر کو باجوڑ میں مقیم رہے۔ نماز عصر کے بعد ناظم حلقہ نے "دینی فرائض کا جامع تصور" کے موضوع پر خطاب کیا۔ بعد ازاں خصوصی خطاب بعد نماز عشاء ہوا جس کا موضوع "منہج انقلاب نبوی ؐ" تھا۔ ۱۱/نومبر کو بعد نماز فجر اور "تنظیم اسلامی اور اس کے اہداف" کے موضوع پر گفتگو اور سوال و جواب کی نشست بھی ہوئی۔

۲۳ اور ۲۴/نومبر کو اسرہ دیر، بیوڑ اور گنوڑی کا مشترکہ پروگرام بیوڑ میں ہوا۔ تینوں اسروں کے رفقاء بعد نماز ظہر بیوڑ پہنچے۔ بعد نماز عصر "قرآن کتاب ہدایت بھی ہے اور آلہ انقلاب" بھی کے موضوع پر، سورۃ الفاتحہ کی آیت "اھدنا الصراط المستقیم" کے حوالے سے خطاب عشیرئی گاؤں میں ہوا۔ ۲۴/نومبر کو نماز فجر کے بعد عظمت قرآن کے حوالے سے مختصر خطاب ہوا۔ ناشتے کے بعد مقامی تبلیغی جماعت اور تحریک شریعت محمدی ؐ کے کارکنان سے سیر حاصل گفتگو ہوئی۔ ۱۰ بجے تربیتی نشست میں سعید اللہ نے فرائض دینی اور لائق سید نے منہج انقلاب نبوی ؐ کے موضوع پر خطاب کیا۔ اس پروگرام میں مجموعی طور پر ۵۰۰ افراد تنظیم کی فکر سے متعارف ہوئے۔

(مرتب : غلام اللہ خان)

اسرہ تیمر گرہ کی دعوتی سرگرمیاں

۲۹/نومبر کو اسرہ تیمر گرہ کے زیر اہتمام "خونگی" گاؤں میں ایک روزہ پروگرام منعقد ہوا جس میں نقیب اسرہ محمد فہیم صاحب اور راقم کے علاوہ تین دیگر رفقاء شریک ہوئے۔ حسب پروگرام رفقاء خونگی کی مسجد میں قبل از نماز عصر پہنچے۔ نوافل پڑھ کر دعا مانگی گئی تاکہ پیش نظر مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ ہماری سعی و جہد قبول فرمائے۔

بعد از نماز عصر محمد فہیم صاحب نے بندگی کی حقیقت اور بعد از نماز مغرب "نظام خلافت" کے موضوع پر خطاب کیا۔ سامعین کی تعداد تعلیم یافتہ افراد پر مشتمل تھی۔ نماز مغرب سے پہلے محلے میں باقاعدہ گشت کیا گیا۔ عشائیہ اور نماز عشاء کے بعد باہمی مذاکرہ ہوا جس میں جماعت اسلامی، تبلیغی جماعت، تحریک نفاذ شریعت اور تنظیم اسلامی میں بنیادی فرق کو واضح کیا گیا۔ جس کو احباب نے انتہائی دلچسپی کے ساتھ سنا اور کافی پسند کیا۔

۳۰/نومبر کو نماز فجر کے بعد سورۃ البقرہ کی ابتدائی آیات اور سورۃ التوبہ کی آیت ۲۴ کا درس دیا گیا۔ ۹ تا ۱۲ بجے رفقاء کی باہمی تربیت کا سیشن تھا۔ نماز ظہر کے بعد محمد فہیم صاحب نے "قرآن کے مرد مومن" کے موضوع پر بحث کی۔ نماز عصر کے بعد اختتامی کلمات کے بعد احباب کے سوالوں کے جوابات بھی دیئے گئے اور دعا کے ساتھ یہ ایک روزہ پروگرام اختتام کو پہنچا۔ احباب کی شرکت اوسطاً ۲۰ فیصد رہی ان میں شاہ انور خان جو کہ ایگریکلچر آفیسر ہیں نے بیعت فارم بھی پر کیا اور باقاعدہ تنظیم اسلامی کے قافلے میں شامل ہو گئے۔ موصوف نے طعام کا بندوبست بھی کیا۔

(مرتب : شاہ وارث)

تنظیم اسلامی پشاور کی دعوتی سرگرمیاں

تنظیم اسلامی پشاور میں دیگر سرگرمیوں کے علاوہ تین دعوتی عمومی پروگرام بڑے اہتمام سے منعقد ہو رہے ہیں جن کی وجہ سے رفقاء و احباب میں ایک نئی حرکت پیدا ہوئی ہے۔ مسجد صدیق اکبر ہشتگری، جو اس علاقہ کی مرکزی جامع مسجد ہے، میں ہر منگل کو درس قرآن ہوتا ہے۔ رفیق تنظیم پور دل خان، پشتو میں مطالعہ قرآن حکیم کروا رہے ہیں اور ان شاء اللہ پورے قرآن کا مطالعہ مکمل کیا جائے گا تاکہ

پریس ریلیز

صوبہ پنجاب سے صدر کا انتخاب، چھوٹے صوبوں میں احساس محرومی کا باعث بنے گا

لاہور (پ ر) ۱۶ دسمبر۔ وفاقی کابینہ کی جانب سے جسٹس ریٹائرڈ رفیق تارڑ کو مسلم لیگ کا صدارتی امیدوار نامزد کرنے کے فیصلے پر تبصرہ کرتے ہوئے امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا ہے کہ اگرچہ جسٹس رفیق تارڑ ذاتی اعتبار ایک نیک اور باکردار شخص ہیں اور اسلام اور نظریہ پاکستان کے ساتھ ان کی وابستگی ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے مگر وسیع تر قومی مفاد کے اعتبار سے صوبہ پنجاب سے صدر کا انتخاب درست فیصلہ نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ مسلم لیگ کے اس فیصلے سے چھوٹے صوبوں خصوصاً سندھ میں احساس محرومی پیدا ہو گا جو ملکی مفاد کے نقطہ نگاہ سے نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے۔

قرآن کے انقلابی فکر سے عوام کو روشناس کیا جا سکے۔ یہ وہی مقام ہے جہاں کسی زمانے میں تنظیم اسلامی پشاور کے امیر وارث خان کے ہفتہ وار دروس کے لئے لوگ قرب و جوار سے آیا کرتے تھے۔ راقم یوسف علی' محمد عمران اور خالد جمیل انہی دروس کا ثمرہ ہیں۔

مسجد النور نشتر آباد کی وسیع و عریض اور خوبصورت مرکزی جامع مسجد میں دو ماہ پیشتر امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے خطاب فرمایا تھا۔ اب یہاں ہفتہ وار مطالعہ قرآن حکیم کی باقاعدہ نشست منعقد ہو رہی ہے۔ ۱۶/نومبر کو پہلا لیکچر جمشید عبداللہ نے حقیقت ایمان اور اس کے حصول کے ذرائع پر دیا۔ ۱۲۰ افراد اس لیکچر میں شامل ہوئے جن میں زیادہ تعداد طلبہ کی تھی۔ بعد ازاں سوال و جواب کی نشست بھی ہوئی۔

۲۳/نومبر کو اسی مسجد میں یوسف علی نے سورۃ المومنون کے آخری رکوع کے حوالے سے فکر آخرت کے موضوع خطاب کیا۔ ۳۰/نومبر کو اسی مقام پر دیور دل نے "عظمت قرآن" کو موضوع گفتگو بنایا۔ چند سال پہلے جب میں "اسرہ یونیورسٹی اسرہ" میں شامل تھا تو دعوتی کام بھرپور انداز میں ہو رہا تھا اور اس وقت رفقاء کی تعداد ۱۵ تھی۔ بعد ازاں ہمارے طالب علم رفقاء تعلیمی ذمہ داریوں سے فارغ ہوتے گئے اور پھر بوجوہ یہ اسرہ ختم کر دیا گیا۔ انجینئر طارق خورشید کی دوبارہ پشاور آمد کے بعد اب اکثر یونیورسٹی میں دعوتی کام ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے ہاسٹل نمبر۸ میں دو ماہ ہفتہ وار درس قرآن ہوا۔ پھر دیگر ہاسٹل ٹارگٹ بنائے گئے۔ انجینئرنگ ٹرائبل ہاسٹل میں ہفتہ وار درس مطالعہ قرآن کی نشستیں ہوئیں۔ مدرس کی ذمہ داری انجینئر طارق خورشید نے نبھائی۔ ان کے علاوہ جمشید عبداللہ نے "اسلام کا معاشی نظام" تین نشستوں میں مکمل کیا۔ ان دنوں نیو ہاسٹل پشاور یونیورسٹی میں دعوتی کام ہو رہا ہے۔ پہلے ہفتے قرآن اور عہد حاضر پر گفتگو خورشید انجم نے کی' دوسرے ہفتے آیہ بر اور تیسرے ہفتے سورۃ حم سجدہ کی آیات کے حوالے سے نیکی اور ایمان حقیقی پر مفصل گفتگو انجینئر طارق نے کی۔ (مرتب : سید ذاکر علی شاہ)

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں

نعیم اختر عدنان

☆ بھارتی پنڈت نے ہندو کتابوں سے اسلام اور پیغمبر اسلام کی حقانیت ثابت کر دی۔ (ایک خبر)

○ اسے کہتے ہیں "الفضل ما شهدت به الاعداء"

☆ بلوچستان کے سابق وزیر اعلیٰ سردار ذوالفقار مگسی نے اسرائیل کو تسلیم کرنے کا مطالبہ کر دیا۔ (خبر)

○ ننگ ملت' ننگ دین' ننگ وطن کے الفاظ ایسی ہی "شخصیات" پر صادق آتے ہیں۔

☆ مسائل حل نہ ہونے کی وجہ سے لوگ مسلم لیگ سے متنفر ہو رہے ہیں۔ (چوہدری شیر علی)

○ اسے کہتے ہیں گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے

☆ اپوزیشن صدارتی الیکشن کا بائیکاٹ کرے' جیتنے کا کوئی چانس نہیں۔ (نوابزادہ نصر اللہ خان)

○ ویسے مشورہ تو اچھا ہے مگر آپ بائیکاٹ کرنے کے علاوہ اور کر بھی کیا سکتے ہیں!

☆ پاکستان میں سپریم کورٹ باقی نہیں رہی۔ (دی ٹائمز کا تبصرہ)

○ وزیر اعظم نواز شریف زندہ باد

☆ آئی ایم ایف کو بروقت قسط ادا کر دیں گے۔ (وفاقی وزیر تجارت اسحاق ڈار کا بیان)

○ "فرض شناسی" اور "فرمانبرداری" کا قابل تقلید مظاہرہ!

☆ صدر اور چیف جسٹس کے جانے کا خیر مقدم کرتے ہیں' وزیر اعظم بھی جائیں۔ (بے نظیر بھٹو)

○ "بھاری مینڈیٹ" کے حامل وزیر اعظم کو بے نظیر کا "بے نظیر" مشورہ۔

☆ مسائل حل نہ ہوئے تو حکومت کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ (الطاف حسین)

○ اس لئے کہ ہر ایک کو اپنا مفاد ہی عزیز ہوتا ہے۔

☆ صرف منکے پھیرنے اور نمازیں پڑھنے سے مسائل حل نہیں ہوں گے۔ (شہباز شریف)

○ محض مینڈیٹ' مینڈیٹ کی گردان کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔

☆ قادیانی پاکستان کی سلامتی کی دعا کریں۔ (قادیانی جماعت کے گرو مرزا طاہر کی اپنے چیلوں کو نصیحت)

○ دال میں کچھ کالا ضرور ہے!

☆ امریکی سفارت کاروں کی ایک ہفتے میں دوسری بار اکوڑہ خٹک میں مولانا سمیع الحق سے ملاقات

○ مولانا فضل الرحمٰن کے لئے مقام تشویش!

بقیہ : منبر و محراب

حاصل کر سکتے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیزؒ کو حکومت ملنے سے پہلے ایک شہزادے کی حیثیت حاصل تھی مگر جب وہ مسلمانوں کے ذمہ دار بنائے گئے تو انہوں نے اپنے آپ کو بالکل نئے انداز میں ڈھال کر اپنی ذات کا عملی نمونہ پیش کیا۔ اب کسی شخص کے لئے خلفاء راشدین کا مقام حاصل کرنا تو اگرچہ ناممکن ہے تاہم عمر بن عبدالعزیزؒ کی طرح کا کردار تو اپنایا جا سکتا ہے۔ نواز شریف صاحب کے لئے ہمارا مشورہ ہے کہ وہ ذوالفقار علی بھٹو اور ضیاء الحق مرحوم کے نقش قدم پر چلنے کی بجائے "یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات" کے مصداق شریعت کی بالادستی قائم کر کے عمر بن عبدالعزیزؒ کا کردار اپنائیں۔ ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے دیتے ہیں تاہم فیصلہ نواز شریف صاحب کے ہاتھ میں ہے۔ ع

فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے" دل یا شکم OO!

اظہار تعزیت

مولانا امین احسن اصلاحی کی وفات پر تنظیم اسلامی کی مرکزی شوریٰ کی قرارداد تعزیت

تنظیم اسلامی کی مرکزی شوریٰ کے حالیہ اجلاس میں مفسر قرآن مولانا امین احسن اصلاحی کی وفات پر تعزیتی قرارداد منظور کی گئی۔ اجلاس میں مرحوم کی تحریکی اور تفسیری خدمات کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔ تنظیم اسلامی کے امیر ڈاکٹر اسرار احمد اور تنظیم کے ارکان شوریٰ نے مولانا مرحوم کے جنازے میں بھی شرکت کی اور ان کے لواحقین سے اظہار تعزیت کیا۔

حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن میں ماہ رمضان کے پروگرام

○ گوجرانوالہ : مکمل دورۂ ترجمہ قرآن
شاہد اسلم محمد' ناظم حلقہ : قرآن اکیڈمی گوجرانوالہ

○ گجرات : مکمل دورۂ ترجمہ قرآن
عبدالرؤف صاحب' مسجد ابو ہریرہؓ' گجرات

○ سیالکوٹ : روزانہ مختصر ترجمہ تشریح
شمس العارفین صاحب' مسجد فاطمہ الزہراؓ

○ ڈسکہ : روزانہ مختصر ترجمہ تشریح
محمد اقبال صاحب' مسجد حنانیہ' ڈسکہ

○ لالہ موسیٰ : روزانہ مختصر ترجمہ تشریح
پروفیسر اشرف ندیم صاحب' مدرسہ تعلیم القرآن

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور
سی پی ایل نمبر: 127
جلد ۶' شمارہ ۴۳
سالانہ زرتعاون -/۲۵۰ روپے

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس- ریلوے روڈ' لاہور
مقام اشاعت: ۳۶- کے' ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: ۰۳-۵۸۶۹۵۰۱

معاونین برائے تحریر:
○ مرزا ایوب بیگ ○ نعیم اختر عدنان
○ سردار اعوان ○ فرقان دانش خان
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

مسلم امہ - خبروں کے آئینے میں

"کالکی اوتار" کا ظہور حضرت محمدؐ کی صورت میں ہو چکا ہے

ہندوؤں کو مزید انتظار کی بجائے اب اسلام قبول کرلینا چاہیے

بھارتی پنڈت وید پرکاش کی کتاب نے بھارت میں تہلکہ مچادیا

ہندو مذہب کے ماننے والے اپنے جس "کالکی اوتار" (ہادی عالم) کا انتظار کر رہے ہیں وہ درحقیقت حضرت محمد ﷺ کی ذات اقدس ہے جس کا ظہور آج سے چودہ سو سال قبل ہو چکا ہے۔ لہٰذا ہندوؤں کو اب کسی "کالکی اوتار" کے انتظار میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے اور فوراً اسلام قبول کرلینا چاہیے۔ اس امر کا انکشاف بھارت میں حال ہی میں چھپنے والی ایک کتاب "کالکی اوتار" میں کیا گیا ہے' جس نے پورے بھارت میں تہلکہ مچا دیا ہے۔ اس کتاب کا مصنف اگر کوئی مسلمان ہوتا تو اسے یقیناً جیل کی سلاخوں کے پیچھے جانا پڑتا اور اس کتاب کی اشاعت پر پابندی لگ چکی ہوتی لیکن اس کتاب کا مصنف ایک برہمن پنڈت وید پرکاش ہے جو سنسکرت کا ممتاز عالم اور الٰہ آباد یونیورسٹی میں ایک اہم عہدہ پر متمکن ہے۔ مصنف نے اپنی اس تحقیق کو بھارت کے آٹھ بڑے پنڈتوں کے سامنے پیش کیا جو تحقیق کے میدان میں ممتاز مقام رکھتے ہیں اور بھارت کے بڑے مذہبی رہنماؤں میں شمار ہوتے ہیں ان پنڈتوں نے بھی وید پرکاش کی تحقیق کو درست تسلیم کیا ہے۔ مصنف نے اپنے اس دعوے کی حمایت میں ہندوؤں کی مقدس کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔ مقدس کتاب "ویدا" میں درج ہے کہ "بھگوان کا آخری پیغمبر" (کالکی اوتار) ہو گا جو پوری دنیا کو رہنمائی فراہم کرے گا۔ مصنف کہتا ہے کہ یہ بات صرف حضرت محمد ﷺ پر صادق آتی ہے ہندوازم کی پیش گوئی کے مطابق کالکی اوتار ایک بڑے جزیرے میں جنم لے گا اور یہ درحقیقت عرب کا علاقہ ہے جو جزیرہ العرب کے نام سے جانا جاتا ہے۔ "ویدا" میں کالکی اوتار کے باپ کا نام "وشنو بھگت" اور ماں کا نام "سومانب" تحریر ہے۔ سنسکرت میں وشنو اللہ اور بھگت غلام کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس طرح وشنو بھگت کا عربی ترجمہ عبداللہ بنتا ہے۔ "سومانب" سنسکرت میں امن و آشتی کو کہتے ہیں اور عربی میں اس کا مترادف لفظ آمنہ ہے۔ عبداللہ اور آمنہ حضرت محمد ﷺ کے والد اور والدہ ماجدہ کے نام ہیں۔ "کالکی اوتار" کے بارے میں مزید کہا گیا ہے کہ بھگوان اپنے خاص خاص پیغام رساں کے ذریعے انہیں ایک غار میں علم سکھائیں گے اور یہ بات بھی صرف حضرت محمد پر ہی صادق آتی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے غار حرا میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے علم سے نوازا۔ ہندوؤں کی مقدس کتابوں میں تحریر ہے کہ بھگوان "کالکی اوتار" کو ایک تیز رفتار گھوڑا دیں گے جس کی مدد سے وہ اس دنیا کے گرد اور ساتوں آسمانوں کی سیر کریں گے۔ حضرت محمد ﷺ کی براق کی سواری اور واقعہ معراج اسی جانب اشارہ کرتا ہے۔ مقدس کتابوں میں تحریر ہے کہ کالکی اوتار گھڑ سواری تیر اندازی اور تیغ زنی میں ماہر ہو گا۔ مصنف وید پرکاش کہتا ہے کہ اس پیش گوئی کی جانب خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے کیونکہ گھوڑوں نیزوں اور تلواروں کا دور اب گزر چکا ہے اور اب اس کی جگہ جدید ہتھیار' ٹینک' میزائل وغیرہ نے لے لی ہے اور پھر ایسی صورت میں نیزوں' بھالوں سے مسلح اوتار کا انتظار غیر دانشمندانہ اقدام ہو گا۔ مصنف کہتا ہے کہ "کالکی اوتار" درحقیقت حضرت محمد ﷺ کی طرف واضح اشارہ ہے جسے اللہ نے آسمانی کتاب قرآن دے کر پوری کائنات کے لئے رہنما بنا کر بھیجا۔ لہٰذا ہندوؤں کو اب فوراً اسلام قبول کرلینا چاہیے۔

بھارتی مسلمانوں کا سپریم کورٹ کے سامنے دھرنا' ۵ ہزار گرفتار

جنوبی بھارت کے شہر مدراس میں گزشتہ دنوں تقریباً ۵ ہزار مسلمانوں کو گرفتار کرلیا گیا جو بابری مسجد کی شہادت کے خلاف شہر کی معروف سڑکوں پر احتجاج کر رہے تھے یہ مظاہرہ بابری مسجد کی شہادت کے پانچ سال مکمل ہونے پر کیا گیا تھا۔ واضح رہے کہ ۶ دسمبر ۱۹۹۲ء کو ہزاروں جنونی ہندوؤں نے بابری مسجد کو شہید کر دیا تھا' جس کے نتیجے میں ہونے والے فسادات میں تقریباً دو ہزار افراد ہلاک ہوئے تھے۔ مظاہرین حکومت سے مطالبہ کر رہے تھے کہ بابری مسجد کو دوبارہ تعمیر کیا جائے۔

نماز روزہ کی پابندی کے "جرم" میں ۵۹ ترک فوجی افسر فارغ

ترکی کی اعلیٰ فوجی کمان نے نماز روزے کے "جرم" میں مزید ۵۹ فوجی افسروں کو برطرف کر دیا ہے۔ فوجی ذرائع کے مطابق ان افسروں کی برطرفی فوج سے اسلامی نظریات کی بیخ کنی کے عمل کا حصہ ہے۔ برطرف کئے گئے افسروں کے مطابق ان کے خلاف کی گئی کارروائی کسی سیاسی سرگرمی میں ملوث ہونے کی بنا پر نہیں کی گئی بلکہ صرف شعائرِ اسلامی کی پابندی کرنے کی وجہ سے کی گئی ہے۔ مسعود یلماز کی مخلوط حکومت سیکولر نظریات کے مطابق عمل کرتے ہوئے ملک میں دینی تعلیم حاصل کرنے کے خواہش مند طالب علموں اور دینی مدرسوں پر پابندیاں عائد کر رہی ہے۔ دریں اثناء ترکی کی سپریم فوجی کونسل نے کہا ہے کہ اس نے ۵۹ فوجی افسروں کو ڈسپلن کی کارروائی کے تحت نکالا ہے' ان پر انتہا پسند اسلامی گروپ سے تعلقات کا بھی الزام ہے۔

جلسہ استقبال رمضان

—— برائے خواتین ——

نیکیوں کے موسم بہار' رمضان المبارک' کی آمد پر
حلقہ خواتین تنظیم اسلامی (لاہور) کے زیر اہتمام
اتوار ۲۱ دسمبر ۹۷ء کو صبح ۹:۳۰ تا ۱:۳۰ بجے دوپہر
مقام: قرآن آڈیٹوریم' ۱۹۱- اتاترک بلاک' نیو گارڈن ٹاؤن

ان شاء اللہ' ایک **اجتماع عام** منعقد ہو گا

اس موقع پر دیگر مقررات کے علاوہ
مولانا مودودی کی صاحبزادی محترمہ حمیرا مودودی بھی خطاب فرمائیں گی
خواتین کو شرکت کی عام دعوت ہے

المعلنہ:
بیگم ڈاکٹر اسرار احمد' ناظمہ حلقہ خواتین تنظیم اسلامی پاکستان